ماھنامہ

حکمت بالغہ

جون2008

مدیر:انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس:0092-47-7628361

ای میل:hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ www.hamditabligh.net پر حکمت بالغہ کے تمام شمارے دستیاب ہیں

حرف آرزو

الحمدللہ کہ قرآن اکیڈمی جھنگ میں مئی 2006 سے مارچ 2008 تک جاری رہنے والے 20 نامور اسلامی شخصیات پر ماہانہ سیمیناروں میں کی جانے والی بحث کو تحریری شکل میں 'حکمت بالغہ' کے قارئین کے لیے پیش کیے جانے کا آغاز ہو گیا ہے۔ گذشتہ ماہ تمہیدی طور پر چند بنیادی نکات نوک قلم پر آ گئے تھے جس سے یہ وضاحت مطلوب تھی کہ اسلام کی عظمت ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی انقلابی شان اور آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا حقیقی مظہر کیا ہے؟ یہ کہ دین و دنیا اور مذہب و سیاست کی دوئی کو ختم کر کے یکجا کیا جائے اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے تابع کر دیا جائے اس تبدیلی سے وہ عظیم شخصیات وجود میں آئیں جن کی حقیقی عظمت کا بیان تو کجا ادراک بھی عام انسان کی سوچ سے باہر ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور بعد کے درویش حکمران آج بھی مسلم اور غیر مسلم دنیا کے حکمرانوں کے لیے مشعل راہ آئیڈیل کا درجہ رکھتے ہیں اور دنیا آج بھی انہیں کے سیرت و کردار اور کارناموں سے کسب فیض کر رہی ہے اگرچہ برملا نام لینے میں چونکہ مسلمانوں کی عظمت اور ان کے پیغمبر ﷺ کی مسحور کن اور عظیم شخصیت پر روشنی پڑتی ہے لہٰذا بالارادہ اس 'کارخیر' سے آج مغرب کا دانشور اور صحافی اور میڈیا کا ہر کارکن اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے بلکہ کچھ بدباطن اور شریر لوگ چند ہزار ڈالروں اور کچھ جھوٹی عزت اور اعزازات کے عوض حضرت محمد ﷺ کی شخصیت و کردار پر اپنے ناپاک قلم اور ناپاک ہاتھوں کے ذریعے استہزاء اور گھٹیا مذاق کے چھینٹے اڑانے کی جسارت کرتے ہیں۔

ان شاء اللہ ——————— اس سلسلہ میں شائع ہونے والی تحریروں سے ہمیں

ہمارے اسلاف کے بارے میں براہ راست معلومات حاصل ہوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نیز اسلام کے انقلابی پہلو کے لحاظ سے گذشتہ چودہ صدیوں میں جونشیب وفراز آئے ہیں ان سے آگاہی ہوگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ بھی نگاہوں کے سامنے عیاں ہوکر آجائے گا کہ آج ہم کہاں کھڑے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسی کاوش سے تاریخ کی وہ 'مخفی تصویر' بھی سامنے آئے کہ دشمن نے آج تک ہمیں کس کس پہلو سے زیر کرنے کی کوشش کی ہے اور آج وہ کس حیثیت سے ہمیں زیر کیے ہوئے ہے مزید برآں اس ساری گھمبیر صورت حال کے ادراک سے اس احساس کے سوتے بھی پھوٹ پڑیں گے کہ امت کے فہیم وذہین عناصر کی ذمہ داری کیا ہے؟ اور کس طرح محاذ جنگ کی صورت حال اپنے حق میں بدلی جاسکتی ہے؟ بظاہر یہ بات مشکل نظر آتی ہے مگر اللہ ﷻ چاہے اور جذبہ عمل پیدا ہو جائے تو ناممکن بات بھی نہیں ہے۔

حکمت بالغہ کے صفحات میں قرآن حکیم کی پانچ بنیادی اصطلاحات کی قدرے تشریح کا سلسلہ جاری ہوا تھا جو تا حال تین عنوانات تک پہنچ سکا ہے ''ارادہ'' اور ''صلوٰۃ'' کی تشریح ابھی قارئین تک پہنچانا ہمارے ذمہ ہے ان شاءاللہ کوشش ہوگی کہ جلد از جلد اس بار امانت سے سبکدوشی ہوسکے۔ یہ چند سطور اس لیے تحریر میں آئیں تاکہ قارئین کرام اس سلسلہ کلام کو تازہ رکھیں اور 'دیر سے آنے کو'۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ 'کبھی نہ آنے پر' قیاس نہ فرمائیں۔

ہر سال تعطیلات گرما میں یعنی جون جولائی اگست کے دوران قرآن اکیڈمی جھنگ میں 25 روزہ قرآن فہمی کے کورسز ہوتے ہیں ان کورسز کا عنوان معنویت کے لحاظ سے

''پھر سوئے حرم لے چل''

مستعمل ہے۔ امسال بھی ان شاءاللہ یہ پروگرام ہوں گے قارئین حکمت بالغہ سے گذارش ہے کہ وہ خود یا اپنے جوان بیٹوں اور بھائیوں نیز دوستوں اور اعزہ اقرباء کے برسر روزگار حضرات کو جو ابھی سیکھنے کی عمر میں ہیں اس کورس کے لیے آمادہ کرکے روانہ فرمائیں اللہ نے چاہا تو سب حضرات اس کو ازحد مفید پائیں گے۔

اب تک سینکڑوں حضرات جن میں پروفیسر، وکلاء، ادیب، تاجر، نوجوان، ڈاکٹر، حکیم، زمیندار اور ریٹائرڈ فوجی حضرات شامل ہیں اس سے استفادہ کر چکے ہیں اور واپس جا کر اپنی عملی زندگی میں اس کی برکتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

ایسے ہی چند نمایاں حضرات کے تاثرات پہلے بھی شائع ہوئے تھے اور اس شمارے میں بھی شامل کیے جا رہے ہیں نہ معلوم کون سا انسان کس تحریر اور کس انداز سے متاثر ہو کر اس پروگرام سے استفادہ حاصل کرنے، کا فیصلہ کر لے۔

'پھر سوئے حرم لے چل' تربیت گاہوں کے پروگرام کی تفصیل قرآن اکیڈمی جھنگ سے تحریری طور پر خط لکھ کر یا فون کر کے حاصل کی جا سکتی ہے۔

راستہ ہمارا (2)

حافظ عاکف سعید

یہ وہ عظیم انقلاب تھا جو نبی اکرم ﷺ نے برپا کیا، ہمیں جو اس سے رہنمائی ملتی ہے وہ یہ ہے کہ انہی خطوط پر کام کریں گے تو معاملہ آگے بڑھے گا دین کو قائم اور غالب کرنے کا یہی راستہ ہے میں نے سورۂ ال عمران کی آیت 104 تلاوت کی تھی کہ مسلمانوں کے ماحول میں آپ کیسے کام کریں گے؟ فرمایا وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٌ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَ يَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ اے مسلمانو! تم میں ایک جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو خیر (قرآن) کی طرف بلائے اور انہیں نیکی کی تلقین کرے اور منکرات سے گناہوں سے منع کرے، روکے اور یہ روکنا بھی اس انداز سے ہے کہ پہلے زبانی سمجھانا ہے اور پھر قوت کے استعمال سے روکنا وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ یہی ہیں جو فلاح سے ہمکنار ہونے والے ہیں کامیاب ہونے والے ہیں، اگر پوری امت غافل ہے سوگئی ہے اور اپنے فرائض منصبی کو بھول چکی ہے اور نبی اکرم ﷺ کے مشن کو فراموش کر بیٹھی ہے تو جن کی آنکھیں کھل جائیں جنہیں اللہ ﷻ ان کے فرائض دینی یاد کروادے کسی بھی ذریعے سے وہ مسبب الاسباب ہے سبب وہ بناتا ہے تو وہ کیا کریں؟ تو اب وہ ایک جماعت کی شکل اختیار کریں اور وہی دعوت کا کام کریں جو نبی اکرم ﷺ کا دعوت کا کام تھا (يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ) لوگوں کو دین کی طرف بلانا اور الخیر کا اولین مصداق قرآن مجید ہے هُوَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُونَ آپ ﷺ کی دعوت کا مرکز ومحور بھی قرآن تھا اور اب جو جماعت یہ کام کرے گی وہ بھی لوگوں کو اسی قرآن کی طرف بلائے گی اس لئے کہ دین کی جڑ بنیاد قرآن ہے ہم نے قرآن کو چھوڑا ہے تو کل دین کو چھوڑ دیا

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر

اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

اب دوبارہ امت کو قرآن کی طرف بلاؤ انہیں دعوت دو کہ وہ اپنی دینی ذمہ داریوں کو پہچانیں اور اس کے لئے کمر بستہ ہو جائیں اب جو لوگ اس قرآن کی دعوت کو قبول کرتے جائیں انہیں ایک جماعت کی شکل اور تنظیم کی شکل دی جائے اور ان کی تربیت کا اہتمام کیا جائے اور یہاں وہی اصول ہوں گے جو نبی اکرم ﷺ کے ہاں ہمیں ملتے ہیں انہی اصولوں پر جماعت بنے گی اسی قرآن کی دعوت ہوگی وہی تربیت کا اہتمام اور پھر جب تک ایسی قوت ہاتھ میں نہیں آجاتی کہ آپ باطل نظام کو چیلنج کر سکیں وہی حکم (کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ) ہاتھ بندھے رکھو اور یہ دعوت کا کام کرتے رہو

با نشۂ درویشی در ساز و دما دم زن

چوں پختہ شوی خود را بر سلطنتِ جم زن

پختہ ہو جاؤ تو اپنے آپ کو سلطنت جم پر دے مارو لیکن اس وقت تک وہی چار کام جو مکہ مکرمہ میں ہو رہے تھے دعوت، تنظیم، تربیت اور اس کے ساتھ صبر محض، یہ کام کرنا ہے لوگ جمع ہوتے جائیں ان کی تربیت ہو انہیں ان کی دینی ذمہ داریاں یاد کروائی جائیں کہ بحیثیت مسلمان سب سے پہلے اپنے وجود پر اس دین کو قائم کرو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو اختیار کرو صرف نماز کے معاملے میں نہیں کل زندگی میں اسلام کا تو مطلب ہی یہ ہے۔ اور تیاری کرو اس بڑے فرض کی ادائیگی یعنی شہادۃ علی الناس اور اقامت دین کے لئے، اپنے آپ کو نظم کا خوگر بناؤ اس کے لئے جو ضروری تربیت ہے وہ ہے تعلق مع اللہ، قرآن کا پڑھنا اور تہجد کا اہتمام کرو۔ یہ سارے کام کرتے ہوئے ایک راستہ تو وہی ہے کہ جب اتنی قوت حاصل ہو جائے کہ جہاں وہ جماعت کام کر رہی ہے اس ماحول میں باطل نظام کو اب چھیڑ سکیں للکار سکیں تو یہاں پر بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کے مطابق ایک فاسق و فاجر مسلمان حکمران کے خلاف خروج جائز ہے جہاد بالسیف بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ آپ نے کفار سے کیا تھا جب اتنی قوت حاصل ہو گئی۔ یہ جو بیٹھے ہوئے ہیں یہ کون یہ باطل کے ایجنٹ ہیں چاہے زبان سے نام لیتے ہوں اللہ اور رسول ﷺ کا۔ یہ دینی اقدار کی بیخ کنی کرنے والے ہیں یہ طاغوتی نظام کو یہاں قائم کرنے والے ہیں یہ وہ ہیں جنہوں نے پورے نظام کو سنڈاس بنا دیا ہے (وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ

بِمَاأ نَزَلَ اللّٰہُ فَاُوْلٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْن ۔ ـــــــــــــ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ۔ ـــــــــــــ هُمُ الْكَافِرُوْنَ)تو اسی منہج کے تحت اگر اتنی قوت حاصل ہوگئی ۔ کہ اس نظام کو چیلنج کرسکو مقابلے پر اس کو تو میں نے عرض کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ خروج جائز ہے شرط یہ ہے کہ اتنی قوت اس جماعت نے حاصل کر لی ہو کہ دنیاوی CALCULATION کے اعتبار سے اس کی کامیابی یقینی نظر آنے لگے یہ ہے وہ قوت کا مرحلہ جو مدنی دور میں حاصل ہوا چیلنج اور مسلح تصادم اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا مَامِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِیْ اُمَّةٍ قَبْلِیْ اِلَّا كَانَ لَه' مِنْ اُمَّتِه حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ اللہ ﷺ نے مجھ سے پہلے جتنے بھی نبی بھیجے ہیں ان کیلئے ان کی امت میں سے کچھ حواری اور اصحاب ہوتے تھے یَأْخُذُوْنَ بِسُنَّتِه وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِه یعنی ان کے مخلص اور جاں نثار حواری اور اصحاب جو اس رسول کی سنت کو مضبوطی سے تھام لیتے تھے اور اس کے حکم کے مطابق چلتے تھے ہر حکم سر آنکھوں پر ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِه خُلُوْفٌ پھر ایسا ہوتا رہا کہ ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ (اوپر) آجاتے تھے يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وہ کہتے تھے وہ باتیں جو وہ کرتے نہیں تھے دعویٰ تو ہے ایمان کا عمل اس کے خلاف ہے دعویٰ تو ہے عشق رسول کا اور عملاً سنت رسول کا استہزاء کرتے ہیں وَيَفْعَلُوْنَ مَالَا يُؤْمَرُوْنَ اور کرتے وہ تھے جس کا ان کو حکم نہیں دیا گیا شریعت کے احکام پر تو عمل نہیں ہو رہا لیکن دین کے نام پر کچھ بدعات ایجاد کرلیں ان کا بڑا اہتمام والتزام ہے جب یہ معاملہ ہو جاتا تھا گویا یہ آخری درجے کی خرابی ہے اب فرمایا! فَمَنْ جَاهَدَ هُمْ بِيَدِه فَهُوَمُؤْمِنٌ اور جو کوئی ایسے ناخلف لوگوں سے اور ایسے حکمرانوں سے جو یہ کام کر رہے ہوں قوت کے ساتھ جہاد کرے تو وہ شخص واقعی مؤمن ہے گویا جہاد بالسیف اور مسلمان حکمران کے خلاف خروج نبی ﷺ کا واضح پیغام ہے بلکہ ایمان کا تقاضا وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِه اور جو ان کے ساتھ زبان سے جہاد کرے فَهُوَمُؤْمِنٌ ۔ ـــــــــــــ وَمَنْ جَاهَدَ هُمْ بِقَلْبِه اور جو دل سے جہاد کرے فَهُوَمُؤْمِنٌ وہ بھی ایمان والوں میں شامل ہے لیکن وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ یہ منکرات کو دیکھ کر کسی کی راتوں کی نیند حرام نہیں ہو رہی اور وہ زبان سے بھی کچھ نہیں کہہ رہا اور عملاً بھی کچھ نہیں کہہ رہا تو اس کے بعد تو ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں ہے ۔ تو اگر اتنی قوت ہے کہ اس

نظام کو چیلنج کیا جاسکے تو اس کی بھی گنجائش ہے یہ بالکل عین منہج نبوی ﷺ کے مطابق ہوگا اور تعلیمات نبوی کے مطابق ہوگا لیکن قوت کے اظہار کا ایک طریقہ اور بھی ہے جو آجکل استعمال کیا جارہا ہے اور بہت معروف ہے یہ نہیں ہے کہ صرف تنظیم اسلامی اس کا نام لے رہی ہے یہ SHORT OF THATاتنی تیاری کہ آپ ایک جمے ہوئے نظام کے خلاف اس کے مقابلے پر دوبدو آئیں شاید جتنی تیاری اس درجے کیلئے درکار ہے اس سے بہت پہلے قوت کے اظہار کا ایک مقام آسکتا ہے جو آجکل ایک معروف طریقہ ہے اور وہ ہے عوامی تحریک کے ذریعے پریشر گروپ بنا کر دھرنا دینا اور یہ دھرنا دینا جو ہے اس کو زیادہ شہرت تو ہمارے محترم قاضی حسین احمد صاحب نے عطا فرمائی ہے یہ بھی ایک طریقہ ہے کسی حکومت کو گرانے کا کسی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کا کہ ہم حکومت کے خاتمے تک کے ہم دھرنا دیں گے اور تحریک چلائیں گے جیل بھرو اور لاٹھی چارج کرو لاٹھیاں برساؤ گولیاں چلاؤ ہم نہیں ہٹیں گے یہ طریقہ وہ ہے جو آجکل معروف ہے مجھے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے جماعت اسلامی کے کئی دھرنے معروف ہیں پچھلے دنوں بھی قاضی صاحب نے دھرنے کی کال دی تھی کہ ایک لاکھ یا دو لاکھ افراد جا کر دھرنا دیں گے وہ نہیں ہوسکا اس پر تنقید مقصود نہیں ہے بلکہ اشارہ کر رہا ہوں کہ دھرنا دے کر ایک عوامی تحریک کی شکل میں پریشر گروپ بنا کر حکومت کو مجبور کرنا کہ یا تو وہ اس جگہ سے ہٹ جائے یا دین شریعت کو قائم و نافذ کرے ہمارے مطالبات مانے، یہ بھی قوت کے اظہار کا ایک معروف طریقہ ہے۔ جب جنرل ضیاء الحق صاحب مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر آئے تھے پچاس ہزار شیعوں نے اسی ایشو کے اوپر ایک دھرنا دیا تھا کہ جو آپ نے زکوٰۃ کا نظام نافذ کیا ہے اس کو ہم نہیں مانتے ہمیں EXEMPT کیا جائے پچاس ہزار بیٹھ گئے اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی ناک رگڑوا دی انہوں نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا ان کو EXEMPT کر دیا۔ پاکستان ایک بڑا ملک ہے اس میں ایسے لوگ جو خود شریعت

پر عامل ہوں اپنی ذات پر اپنے وجود پر دین کو قائم کرنے کے لئے ابتدائی مراحل سے گزر چکے

ہوں نظم وضبط کے خوگر ہوں DISCIPLINE کے عادی ہوں تربیت کے مراحل سے گزرے ہوں یہ ساری باتیں آچکی ہیں،ایسے دو لاکھ افراد اگر آکر دھرنا دیں پریشر برقرار ہوگا تو یقیناً حکومت وہ مطالبے مانے گی اسے ماننا پڑے گا شریعت نافذ کرو تم کہتے ہو ہم مسلمان ہیں اور آئین کے اندر قرآن وسنت کی بالادستی طے ہے لیکن یہ ہو کیا رہا ہے یہ من مانیاں کیوں کر رہے ہیں اس لئے کہ کوئی عوامی دباؤ ابھی تک BUILD-UP نہیں ہوسکا جب تک ایک نیوکلیئس کسی جماعت کا مضبوط نہ ہو صرف آپ کی کال پر ہوسکتا ہے کہ بہت سے ادھر ادھر سے آجائیں لیکن جب تک ایک مضبوط نیوکلیئس نہیں ہوگا وہ انقلابی جماعت جو انقلابی مراحل سے گزر کر یہ سارے امتحان پاس کر کے نہ آئی ہو اس وقت تک اس انقلاب کو سنبھالنا اور اس کو ESTABLISH کرنا ممکن نہیں ہوتا بلکہ فساد ہی فساد ہوتا ہے تو وہ انقلابی جماعت لازم ہے وہ حزب اللہ جب میدان میں آئے گی تو پاکستان کے تمام اسلام پسند مخلص لوگ اس کا ساتھ دیں گے قیادتیں ہوسکتا ہے پیچھے رہ جائیں لیکن جب دیکھیں گے کہ ایک اسلام پسند جماعت اٹھی ہے اور وہ اسی منہج نبوی کے مراحل سے گزر کر سختیاں جھیل کر آئی ہے اپنے وجود کے اوپر اپنے گھر میں اسلام کو قائم کرنے کی کوشش کر کے آئی ہے اور اب قربانیاں دینے کے لئے واقعی تیار ہے تو پھر اور لوگ خاموش اکثریت بھی ساتھ دے گی، یہ ایک راستہ ہے یہ نہی عن المنکر بالید ہی کی ایک شکل ہے قوت کے اظہار کے لئے منکرات کا خاتمہ باطل نظام ختم اور TOTALLY قرآن وسنت کے نظام کی حکمرانی ہونی چاہئے سودی نظام ختم کرو یہ شیطانی تہذیب جس کے دروازے تم نے کھول دیئے ہیں یہ بے حیا مغربی تہذیب اسے ختم ہونا چاہئے یہ سارا کچھ تب ہی ہوگا جب ایک پریشر گروپ صحیح معنوں میں وجود میں ہو اور ایک مضبوط جماعت ہو اس کے بغیر یہ کام ممکن نہیں ہے اور ہم نے دیکھ بھی لیا کہ وہ کام انہوں نے کر بھی دیا تحفظ حقوق نسواں بل لیکن چونکہ دینی جماعتوں کے اندر وہ دم خم ہے نہیں وہ انقلابی رنگ رہا نہیں ہماری جو دینی تنظیمیں مدارس کی اور جو الیکشن کے باہر ہیں وہ بھی اس انداز کی جماعتیں نہیں ہیں ان کے ساتھ متفقین اور محبّین کا تو ایک گروہ ORGANIZED ہے لیکن انقلابی جماعت کہاں ہے جو باطل نظام کو اکھاڑ کر دین حق کو قائم کرنے کیلئے ناگزیر ہے اور اس کا راستہ یہی ہے۔ وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَ يَاۡمُرُوۡنَ

بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی لوگ ہیں جو حقیقتاً فلاح پانے والے ہیں اور اصل میں یہ فلاح تو وہ ہے کہ جو اس راستے پر آجائے۔ اللہ کی طرف سے ضمانت ہے۔ وہ اصل فلاح یعنی اخروی فلاح تو اس کے حصے میں آئے گی لیکن کیا عجب دنیا میں بھی اللہ ﷻ ان کی کوششوں کو ان کی قربانیوں کو قبول فرمالے اور یہاں پر نظام کی تبدیلی کا امکان پیدا ہو جائے ہمارے نزدیک ہماری اصل ذمہ داری صحیح رخ پر علی وجہ البصیرۃ جدوجہد کرنا ہے قرآن وسنت ہمارے سامنے ہے اس کی روشنی میں اپنی منزل معین کیجیے راستہ طے کیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ راستہ صحیح کونسا ہے اور پھر آگے قدم بڑھایئے ہمارے مسلمان ہونے کا عین تقاضا یہ ہے کہ اپنے وجود پر بھی دین کو قائم کریں اور پورے معاشرے اور پورے نظام پر اللہ کی حکمرانی کو نافذ وقائم کرنے کیلئے جان ومال سے جہاد کریں وقت لگائیں محنت کریں اور قربانی دیں جان ومال کا ایثار کریں اللہ ﷻ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

وآخر دعوٰنا ان الحمدللّٰہ رب العلمین

عوامی سطح پر دینی فکر کی پختگی اور انقلابی شعور کی بیداری کا عظیم کام

گذشتہ بیسویں صدی کے نصف اوّل میں برطانوی ہند میں کئی ایسی نابغہ مسلم شخصیات اٹھیں جنہوں نے عوام میں قرآن مجید کے ذریعے دینی فکر کی پختگی اور اسلام کے غلبے یعنی اسلامی انقلاب کے لئے مسلمانوں کے قلوب و اذہان کو جھنجھوڑا اور آمادہ عمل کیا۔ مگر پاکستان کے معرض وجود کے آتے ہی یہ جذبہ انتہائی سرد پڑ گیا اور نائن الیون تک کا عرصہ جس میں کام کے بیشمار مواقع تھے انتخابی سطح پر بھی اور انقلابی سطح پر بھی وہ ہاتھ سے نکل گئے۔

عوامی سطح پر اس عظیم کام کو کرنے کا بھاری پتھر کوئی بھی اٹھانے کو تیار نہیں ہے۔ اکابرین کو شکوہ ہے کہ عوام بیدار نہیں ہوتے اور عوام یہ سمجھتے ہیں کہ مذہبی سیاسی جماعتیں بھی صرف ووٹ مانگنے آتی ہیں اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی طرح کی اخلاقی تربیت اور ذہن سازی کا کام صفر ہے اجتماعی سطح پر یہ کام ضرورت سے بہت کم ہے اس کیلئے کبھی کبھی کوئی ٹمٹماتا چراغ اور اندھیری رات میں کوئی شعلہ نوا قندیل نظر آتی ہے تو وہ بھی اسلام مخالف اور سیکولر پراپیگنڈہ کے جلو میں لغویات کے سیلاب اور بے لگام آزادی کے فوبیا میں دب کر رہ جاتا ہے۔

اس طرح کے ایک عوامی پروگرام میں ہمارے ایک محسن محمد فہیم صاحب تیمرہ گرہ شریک تھے اور اس کے اختتامی سیشن میں اظہار خیال کا موقع بھی مل گیا تو اپنے جذبات و احساسات کو زبان پر لے آئے۔ آیئے آپ بھی ان کے دردمندانہ تاثرات میں شریک ہو جائیں۔ (مدیر)

دس روزہ فہم قرآن وسنت کورس

(ایک شریک محفل کے تاثرات، احساسات اور کیفیات پر مبنی ایک عرضداشت)

محمد فهیم

امیر تنظیم اسلامی تیمر گرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہم تمام پر اللہ ﷻ کا خصوصی شکر واجب ہے جس نے ہمیں اس دس روزہ فہم قرآن و سنت کورس میں شمولیت کی توفیق عطا فرمائی۔ ہمیں جماعت اسلامی، خصوصاً ان کارکنانِ جماعت کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہئے جن کی شبانہ روز محنت کی بدولت یہ قرآنی محفل اپنی جملہ حسنات کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچی۔ جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مدظلہ کیلئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلتی ہیں جنہوں نے اس درس قرآن کو یقیناً ایک ''منفرد'' انداز میں پیش کیا۔ ان پر اللہ ﷻ نے خصوصی فضل فرمایا ہے اللہ ﷻ اس خادم قرآن کو دنیا میں اس عظیم مشن میں کامیابی سے ہمکنار فرمائے جس کیلئے انہوں نے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے اور آخرت میں یہ کام ان کیلئے توشۂ آخرت بنائے

مولانا محترم نے اس محفل کو بجا طور پر کلاس کا نام دیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ کلاس بھی تھی اور لیبارٹری بھی جہاں قلوب واذہان کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ صیقل کیا گیا سینوں کے روگ سے شفایابی کا سامان مہیا کیا گیا قرآنی تعلیمات کو دل کی گہرائیوں میں اتارا گیا اور دماغ کی پنہائیوں میں پیوست کیا گیا۔ ع چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود (اقبالؒ) والے معاملے کی جھلکیاں دکھائی گئیں ع ''خوار از مہجوری قرآں شدی'' والی اقبالؒ فریاد لوگوں کو جھنجھوڑنے لگی ع ''حرفِ اُو را ریب نے تبدیل نے'' (اقبالؒ) کے سربستہ رازوں سے کامیابی کے ساتھ پردہ ہٹایا گیا۔

ے فاش گویم آں چہ در دل مضمر ست

ایں کتابے نیست چیزے دیگرست (اقبالؒ)

کی حقیقت آشکار کی گئی۔ ہمیں وہ سبق پھر یاد دلایا گیا کہ

گرتو می خواہی مسلماں زیستن ؎

نیست ممکن جُز بہ قرآں زیستن (اقبالؒ)

دلوں میں وہ کیفیات وجود پذیر ہو گئیں جہاں انائے صغیر، انائے کبیر کے ساتھ ہمکلامی کا شرف حاصل کرتا ہے۔ مولانا مدظلہ کی تذکیر بالقرآن سے ع زندہ و پائندہ و گویاست اُو (اقبالؒ) کی اصل حقیقت سمجھ میں آ گئی۔

یہ قرآنی اعجاز تھا اور مولانا کا خداداد طرز تخاطب کہ لوگ سیلابی شکل میں دیوانہ وار مرکز محفل کی طرف امڈتے چلے آ رہے تھے۔ جو جہاں بیٹھا وہیں ٹکا رہا، چہ بڑے، بوڑھے، چہ جواں، چہ خواتین اور چہ بچیاں سب ہی پروانہ وار اس شمع کی طرف بڑھتے آئے کس شان سے روزانہ کے یہ لمحات گزرتے گئے۔ قرآن عظیم کا یہ ''منتخب نصاب'' جس انداز سے پڑھایا گیا۔ اس کی تحریری یا تقریری صحیح عکاسی اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے جس اسلوب سے تبلیغ بالقرآن، دعوت بالقرآن، تذکیر بالقرآن، انذار بالقرآن، تبشیر بالقرآن، تعلیم بالقرآن، تبیین بالقرآن اور جہاد بالقرآن کا حق ادا کیا گیا وہ تادیر دلوں پر نقش رہے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کارخیر کو مولانا محترم، اس بزم کو سجانے والے حضرات شرکاء کے دروس، اہل دیر و اہل پاکستان اور تمام امت مسلمہ کے حق میں باعث خیر و برکت گردانے اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم خود بھی اس قرآن کو لیکر اٹھیں، اس کی تعلیمات کو پھیلائیں، خود عمل پیرا ہوں اور اس کے تقاضوں کے لئے تن من دھن کی قربانی کے لئے تیار ہوں

اس عظیم کام کی جتنی ضرورت آج ہے وہ امت کی موجودہ زبوں حالی کی وجہ سے کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے یہی تو فرمایا تھا کہ اس کتاب پر اعتصام ہلاکت اور ضلالت سے بچاؤ کی ضمانت ہے ہمارے بزرگوں میں سے برعظیم کے سب سے بڑے شیخ حضرت شیخ الہندؒ نے یہی تو وصیت کی تھی کہ عوامی دروس قرآنی ہی کے ذریعے اس امت کی کایا پلٹا جا سکتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس پروگرام سے لوگوں میں ایک تازہ ولولہ برپا ہو چکا۔ اس محفل میں دیگر مشاہدات کے علاوہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سارے سیکولر ذہن والے حضرات کو رقّت کے ساتھ روتے ہوئے دیکھا گیا۔ بہت سے قوم پرست، زبان پرست، علاقائیت پرستوں کو دیکھا گیا کہ قرآن ان کی ضمیر پر دستک دیتے ہوئے دکھائی دیتا ہے۔

ع تیرے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزولِ قرآں (اقبالؒ)

والا معاملہ بار بار آنکھوں کے سامنے آتا رہا ــــــــــــــ اگر اس کام کو جاری رکھا گیا تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ بہت سے دل بدلیں گے۔ اور یہی چیز انقلاب کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ یہی کام آنحضورﷺ نے کیا یہی کام صحابہ کرامؓ کرتے تھے۔ یہی ہمارے بزرگوں اولیائے کرام، صوفیاء اور علمائے حق نے کیا۔ یہ قرآن جوڑنے والی شئے ہے۔ یہ اللہ کی رسی ہے اس پر ہاتھ رکھنے سے لوگ باہم جڑ جاتے ہیں۔ اس رسی کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا بندۂ مومن کے ہاتھ میں ہے

اس مملکت خداداد میں بہت سی دینی جماعتیں اور شخصیات نہایت اخلاص وخلوص سے غلبہ دین کے لئے کام کر رہی ہیں۔ تمام خلوص کے باوجود دیکھنے والی آنکھ کو تاحال نتائج نکلتے دکھائی نہیں دیتے۔ قرآن جس انقلاب کے لئے امت مسلمہ پر بارگراں رکھ کر نشاندہی کرتا ہے اس کی طرف کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہو رہی ــــــــــــــ دینی جماعتوں میں باہمی وہ اتحاد واتفاق دکھائی نہیں دیتا جسے قرآن ایڈووکیٹ کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہیں کوئی الجھن ہے کوئی غلط موڑ ہے جو کاٹا گیا ہے۔ لہٰذا کوششیں بار آور نہیں ہو رہی ہیں ــــــــــــــ حالات کا جبر کبھی کبھار ان جماعتوں کو عارضی اتحاد پر مجبور کر دیتا ہے۔ جو اکثر ''سیاسی'' اور ''انتخابی'' اتحاد ہوتے ہیں لیکن وہ دیرپا ثابت نہیں ہوتے۔ اور تَحۡسَبُهُمۡ جَمِيعاً وَّ قُلُوۡبُهُمۡ شَتّٰى کا عملی نمونہ مشاہدے میں آتا ہے۔ اقتدار کی اس کشمکش میں کبھی سیٹوں اور وزارتوں پر کھینچا تانی ہوتی ہے تو کبھی نوکریوں، پروموشن، ڈیموشن اور ٹرانسفرز پر مشت وگریبانی کے مناظر سامنے آتے ہیں۔ کیا ایسا تو نہیں کہ دینی جماعتوں نے اپنا اصل کام چھوڑ کر غیروں کے طریقے اس عظیم کام کو سر کرنے کیلئے (جسے اقامت دین کہتے ہیں) اپنائے ہیں۔ یہ نکتہ ہے جو ہمارے از سر نو غور وفکر کا بہت ہی گہرائی کے ساتھ

متقاضی ہے۔ کہیں ہمارے ساتھ یہ معاملہ تو نہیں ہوا۔

برزمین دیگراں خانہ مکن کار خود کن کار بیگانہ مکن

میں یہ نہیں کہتا کہ سیاست دین سے کوئی الگ شئے ہے۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ سیاست کل دین نہیں بلکہ جُز ہے۔ پھر مغربی طرز سیاست جس میں سب سے ''مقدس گائے'' مغربی جمہوریت ہے تو یقیناً اسلامی سیاست سے کوسوں دور ہے۔ پھر یہ کہ سیاست کچھ انتخابی معرکے میں محدود تو نہیں۔ انتخابی کے ساتھ ایک انقلابی سیاست بھی ہے جس کے اب آ زمانے کا وقت آ چکا ہے اور یہ بات بہ ادنیٰ تامل سمجھ میں آتی ہے کہ اگر اس ملک میں حقیقی اسلامی انقلاب لانا ہے تو اس کے لئے بنیاد تمسک بالقرآن اور دعوت رجوع الی القرآن کی زوردار دعوت ہی سے پڑ سکتی ہے۔

روزانہ صرف ڈیڑھ گھنٹے پر مشتمل دس روزہ فہم قرآن کورس سے عوام الناس کو کس درجہ متحرک کیا گیا اور ان میں ایک نیا عزم اور ولولہ پیدا کیا گیا۔ اب اگر ایک مولانا محمد اسمٰعیل مدظلہ نہیں بلکہ درجنوں اور سینکڑوں ایسے علمائے حق ایک جگہ نہیں بلکہ قریہ قریہ اور شہر شہر ایک منظّم جماعت کی رہنمائی میں اس کام کے لئے کمر باندھ لیں اور ہماری مذہبی سیاسی جماعتیں انتخابی سیاست کے دلدلوں سے نکل آ ئیں تو چند سالوں میں نہیں بلکہ چند مہینوں میں اس کے اثرات جس مقام پر پہنچیں گے ان کا ہم اندازہ نہیں کر سکتے میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس دس روزہ درس کے اختتام پر ان شرکاء سے اگر یہ تقاضا کیا جاتا کہ فلاں فلاں منکر کی راہ میں مزاحم ہونا ہے تو بہت کم لوگ ایسے ہوتے جو اس آواز پر لبیک کے لئے تیار نہ ہوتے۔ لہٰذا یہی طریقہ ہے اس ملک میں اسلامی انقلاب لانے کا۔ اس قرآن ہی کے ذریعے ایک زبردست عوامی طاقت کو منکرات کے خلاف بالقلب سے لیکر بالید تک کے لئے تیار کیا جا سکتا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اس وقت کا سب سے بڑا منکر غیر اللہ کی حکمرانی ہے۔ محمدی ﷺ طریقہ کار بھی یہی تو تھا۔ حضور ﷺ نے اپنا دعویٰ پیش کیا اس کی طرف لوگوں کو بلایا حق لوگوں نے قبول کیا، ان کو منظّم فرمایا ان کی بالقرآن تزکیہ اور تربیت فرمائی اور کندن بنا کر اس کو باطل کے سر پر دے مارا۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ (الانبیاء 18)

آج ضرورت ہے کہ اسی قرآن کے ذریعے اس محمدی ﷺ انقلابی طریقہ کی طرف پلٹا جائے۔REVERT کیا جائے۔ــــــــــــ اللہ ﷻ گرقرآن میں تین جگہ نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کا ذکر فرماتا ہے(التوبہ 33،الفتح 28،الصّف 9) تو اس سے زیادہ یعنی چار دفعہ اس کام کے لئے بنیادی طریقہ کار کا بھی ذکر فرمایا ہے(البقرہ 129،البقرہ 151، آل عمران 164 اور الجمعہ 2) ۔ــــــــــــ دعا ہے کہ اللہ ﷻ ہم سب کو قرآن پر صحیح ایمان لانے، اس کو سمجھنے، اس کی تلاوت کرنے اور اس پر عمل کرنے، اس کی تبلیغ کرنے اور اس کو حاکم بنانے کی جدوجہد کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ ﷻ اس امت اور خصوصاً اس مملکت خداداد میں ہمارے محترم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی طرح ہزاروں لاکھوں عالمان باعمل اور علمائے حق پیدا فرمائے جو اس قرآن کے ذریعے اس امت کا بیڑا پار کر کے اسے دینوی اور اخروی فلاح سے ہمکنار کریں۔
آمین یارب العالمین۔

حکمت بالغہ کے اجراء پر

تہنیتی خطوط

1

برادر بزرگ جناب مختار فاروقی صاحب

دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کو جملہ متعلقین اور احباب کے ساتھ ہمیشہ خوش وخرم رکھے۔

با قاعدگی سے حکمت بالغہ سے استفادہ کا موقع فراہم کرنے کا بے حد شکریہ!

علم حقیقی سے روشناس کرانے ،عمل نافع پر ابھارنے اور جذبہ وتحریک پیدا کرنے کے حوالے سے ماہنامہ حکمت بالغہ اپنی مثال آپ ہے''فرمان خداوندی'' کے عنوان سے قرآنی آیات اور ان کا ترجمہ حکمت بالغہ کی جان ہے۔مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے قلم سے گوشہ سیرت حسن انتخاب کہلانے کے لائق ہے۔''تحقیق اور ارتقاء'' جیسے تحقیقی مضامین اسلام کی حقانیت کو''حق الیقین'' کے ذریعے تک پہنچا دیتے ہیں۔اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔دعائیہ کلمات کے ساتھ ایک عام اور عاصی ساتھی کی چھوٹی سی گزارش (گر قبول افتد زہے عز وشرف) ہائی سکول اور کالج کے موجودہ تعلیمی معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی صاحب قلم کا آسان زبان میں تحریر کردہ مواد بھی گاہے بگاہے شامل اشاعت ہو جائے تو حکمت بالغہ کو مزید چار چاند لگ جائیں گے ان شاء اللہ

آپ کا دینی بھائی

نعیم اختر عدنان فیروز والا لاہور

2

بخدمت محترم فاروقی صاحب زاداللہ لطفکم و کرمکم

السلام علیکم ومن لدیکم من عباد اللہ الصالحین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ ﷻ صحت وعافیت اور ایمان میں ترقی عطا فرمائیں آمین!

حکمت بالغہ تسلسل کے ساتھ مل رہا ہے۔ مشمولات کی ترتیب وتسوید لائق صد تحسین ہے موضوعات اچھوتے اور نایاب ہیں ہر مضمون اور ہر سطر جناب کے جذبہ دروں اور اہداف بروں کی آئینہ دار ہے اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ یہی درد و سوز قارئین اور ان کے متعلقین میں سرایت ہو اور جو تمنائے انقلاب اس کوشش کے پس پردہ ہے اللہ ﷻ اسے عالم موجود میں ظاہر وغالب فرمائے اور حکمت بالغہ سے منسلک تمام احباب کو اللہ ﷻ اجر عظیم سے نوازے۔ آمین جناب کی آہ سحر گاہی میں بار دعا کا طالب والسلام مع الاحترام

عبدالقیوم

لیکچرر علوم اسلامیہ گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج مظفر آباد آزاد کشمیر

3

محترم مختار حسین فاروقی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''حکمت بالغہ'' با قاعدگی سے وصول ہو رہا ہے۔ انتہائی شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس لائق سمجھا۔ پرچہ معنوی وصوری خوبیوں سے مزین ہے اور دینی مجلوں میں ایک خوبصورت اضافہ ہے بلکہ بعض اعتبارات سے منفرد ہے۔ آپ کے زیر ادارت اس معیار کا رسالہ جاری ہونا وقت کا

اہم ترین تقاضا تھا جو بحمد اللہ پورا ہوا۔ اللہ ﷻ آپ کو صحت و سلامتی سے نوازے اور تادیر آپ سے اپنے دین کے غلبہ و اقامت کا کام لیتا رہے۔ ''حقیقت انسان نمبر'' بہت خوب تھا۔ انتہائی دقیق مسائل جس سادہ انداز میں پیش کیے گئے ہیں وہ یقیناً بہت سے مغالطوں کو رفع کرے کا سبب بنیں گے۔ ان شاءاللہ۔

قرآن اکیڈمی جھنگ کے زیر اہتمام ماہانہ سیمینار کا سلسلہ بہت عمدہ ہے بارہا ارادہ کیا کہ ان سے استفادہ کے لیے حاضری دوں لیکن مصروفیات آڑے آتی رہیں۔ دعا کیجیے کہ اللہ آسانی فرمائے۔ میرے دو بھتیجے F.Sc. کے طالب علم ہیں ان شاءاللہ سال 2008ء کے 25 روزہ قرآن فہمی کورس میں انہیں بھیجنے کی کوشش کروں گا۔

فی امان اللہ۔ والسلام مع الاکرام

ونگ کمانڈر ضمیر اختر خان پشاور

گذشتہ 25 روزہ قرآنی تربیت گاہیں

پھر سوئے حرم لے چل

چند شرکاء کے تاثرات

''پھر سوئے حرم لے چل'' اقامتی تربیت گاہ ایک منفرد قسم کی تربیت گاہ ہے جو شرکاء میں قرآن فہمی کا شوق، اسلاف سے محبت، اسلامی تاریخ سے آگہی اور اسلام کے عروج وزوال کی عہد بہ عہد نقشہ کشی کر کے آج کے اس دور زوال میں پھر نشاۃ ثانیہ کا جذبہ بیدار کرتی ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ اس کورس کے بارے میں صحیح تاثرات اس میں شریک ہو کر ہی دل کی گہرائیوں سے ابھر سکتے ہیں جن کو محسوس تو کیا جاسکتا ہے بیان کرنا مشکل ہے۔

ع لذت ایں بادہ ندانی بخدا! تا نہ چشی

نام: طلحہ ممتاز والد: محمد ممتاز اظہر

تعلیم: A-level ایڈریس: مدینہ ٹاؤن فیصل آباد

میں یہاں قرآن اکیڈمی اپنے ماموں نثار احمد کے مشورے پر آیا۔ میرا یہاں آنے کا بالکل ارادہ نہ تھا۔ میں اپنی چھٹیاں اپنے پرانے طریقے سے گزارنا چاہتا تھا۔ مگر جب میں یہاں آیا تو یہاں کے اساتذہ کی شفقت نے مجھے بہت متاثر کیا۔ یہاں کا ماحول مجھے بہت پسند آیا۔ یہاں پر قیام وطعام کا انتظام بہت ہی اعلیٰ ہے۔ میں یہاں سے پڑھ کر اپنی زندگی میں ایک مثبت تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔

ان شاء اللہ میں یہاں سے واپس جا کر اپنے دوستوں کو یہ مشورہ دوں گا کہ اپنی

چھٹیاں لاابالی طریقے سے ضائع کرنے کے بجائے یہاں پرآ کر دین کی تعلیم حاصل کریں اپنی دنیا کے ساتھ آخرت بھی سنوار دیں۔

نام: محمداحسن ولدیت: محمد سالم تعلیم: Bs.c. ٹیکسٹائل انجینئرنگ

ایڈریس: چک نمبر 154 گ ب تحصیل گوجرہ ٹوبہ ٹیک سنگھ

قرآن اکیڈمی ان اداروں میں سے ایک ہے جو دین کی تعلیم اوراسلام کے نفاذ کے لیے بےلوث خدمت کررہے ہیں۔ میں یہاں اپنے انکل کے کہنے پرآیا۔اللہ تعالی کی رحمت سے میں نے یہاں آ کر دین کی تعلیم حاصل کی ۔اکیڈمی کا نظام بہت منظّم اور ماحول سلجھا ہوا ہے۔انتظامیہ بہت قابل اور طالب علموں کے ہر معاملے میں خاص دلچسپی لیتے ہیں۔ادارے کا انتظام فاروقی صاحب اور رانا صاحب بہت خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔

فاروقی صاحب قرآن مجید کی تعلیم ،تاریخ،اقبالیات اور تاریخ اسلام واحادیث کا مطالعہ عام فہم انداز میں کرواتے ہیں۔یہاں آ کر میں نے خود میں ایک مثبت تبدیلی محسوس کی ہےاوراس کے ساتھ ساتھ ایک منفرد دینی ماحول میں رہنے کا موقع ملا ۔سب اساتذہ بہت اچھا پڑھاتے ہیں اور تاریخ اسلام کے تمام واقعات کو بڑی گہرائی سے بتاتے ہیں۔ یہ 25 دن میری زندگی کے اہم ترین دن ہیں۔اس سے میری آئندہ زندگی پر ان شاء اللہ بڑے اچھے اثرات پڑیں گے۔اللہ تعالی اس اکیڈمی اور اس کے مقصد نفاذ اسلام کو کامیاب فرمائے آمین شکریہ

نام: ساجداللہ خان والد: فتح خان

تعلیم: بی اے ایڈریس: تنظیم اسلامی میانوالی

اللہ ﷻ نے توفیق بخشی کہ پی اے ایف ملازمت سے ریٹائر ہونے کے فوراً بعد

25 روزہ تربیت گاہ جائن کروں شاید ملازمت کے دوران اس کا موقع نہ ملتا۔ جہاں دین کو بطور نظام حیات فکر کے طور پر سمجھنے کے لیے نوجوان نسل کے لیے بہترین موقع ہے وہیں نصاب بھی بڑا جامع اور سوچ سمجھ کر تیار کیا گیا ہے۔ اس کورس میں مرکزی کردار جناب محترم جناب مختار فاروقی صاحب کا ہے جو کہ نہ صرف کورس کو کنڈکٹ کرتے ہیں بلکہ بیک وقت قرآن مجید تاریخ اسلام حدیث اور کلام اقبال کو جس احسن طریقہ اور پر جوش انداز میں شرکاء کورس کے ذہن نشین کراتے ہیں وہ یقیناً قابل تحسین ہے۔ استاد محترم پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب کا بہت دلنشین انداز ہے۔ مفتی عطاء الرحمٰن صاحب نہایت ہی خوبصورت انداز میں عربی گرائمر پڑھاتے ہیں۔ اور واقعی انہیں عربی پر عبور بھی حاصل ہے۔

آخر میں رانا صاحب اور جملہ ملازمین اکیڈمی کے بہت شکر گذار ہیں جنہوں نے اپنی ان تھک محنت سے ہمیں گھر کا ماحول دیا۔ اللہ ﷻ سے دعا ہے کہ وہ انتظامیہ اکیڈمی بالخصوص جناب فاروقی صاحب کو ہمت اور حوصلہ دے تاکہ وہ اس ذہنی نقشہ کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں جو انہوں نے اکیڈمی کے بارے میں بنا رکھا ہے آمین

نام: محمد اسحاق　　والد: محمد ابراہیم　　تعلیم: ایف اے

ایڈریس: بھلیر چک 119 تحصیل سانگلہ ہل ضلع ننکانہ صاحب

عالی جاہ! حالیہ یکم جولائی تا 25 جولائی 07ء پچیس دن کے کورس کے متعلق میرے تاثرات کچھ یوں ہیں۔ میں حال ہی میں محکمہ تعلیم سے ریٹائر ہوا ہوں۔ ساتھ ہی اللہ تعالی نے مجھے کورس ہذا میں شامل ہونے کی سعادت بخشی ہے جس کیلئے اللہ ﷻ کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں۔

میں محترم مختار حسین فاروقی صاحب کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ جس طرح ادارے کی خدمت کا سہرا اپنے سر لیا ہے لائق صد تحسین ہے ان کا انتظامی طریق کار

بھی بہت موثر اور قابل تعریف ہے بطور استاد وہ ہمیں فہم القرآن ،کلام اقبال ،تاریخ اسلام اور مطالعہ حدیث کا درس دیتے ہیں اور ایسے انداز میں پڑھاتے ہیں کہ ہر ہر بات دل میں اترتی جاتی ہے ۔ان کا مشفقانہ انداز اور ہر مضمون پر عبور ان کی علمی قابلیت کیا آئینہ دار ہے۔

علاوہ ازیں پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب سے بھی چند اسباق پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا انداز بھی نہایت دل پزیر اور دل نشین تھا۔ مفتی عطاء الرحمٰن صاحب بھی نہایت مخلصانہ طبیعت کے مالک ہیں۔اور بڑے بہتر انداز میں تعلیم دیتے ہیں ان کا مسکراتا چہرہ خصوصاً قابل تحسین ہے۔قاری سیف اللہ صاحب جو کہ نوعمر اور ہنس مکھ انسان ہیں نہایت دلچسپی اور لگن سے پڑھاتے ہیں۔تلفظ کی ادائیگی بڑے اچھے طریقے سے کرتے ہیں۔

انتظامیہ میں عبدالمجید صاحب اور رانا صاحب کا کردار بھی بڑا اہم ہے کھانے کھلانے کے انتظام میں ان کو کمال حاصل ہے اور بہت ہی جانفشانی سے کام کرتے ہیں۔مہمانوں کی خدمت میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے اپنا خون پسینہ ایک کر کے کھانا پکانے اور تقسیم کرنے کا کام کرتے ہیں میں جب بھی کھانا کھانے بیٹھتا ہوں مجھے تو ایسا ہی محسوس ہوا ہے۔جیسے ماں اپنے بچوں کا خیال رکھتی ہے اسی طرح ہی وہ ہر طرح کا خیال رکھتے ہیں اور دوسرے ملازمین کا اخلاق بھی بہت اچھا ہے۔شبیر اور دوسرے ملازمین خدمت کے اعتبار سے ہر کوئی بڑھ چڑھ کر ادارے کی خدمت کرتا ہے خصوصاً بابے چوکیدار کی طبیعت بہت اچھی ہے۔دعا ہے کہ خدا اس ادارے کو قائم ودائم رکھے ۔ یہ دین کی خدمت کرتا رہے۔ خدا اور رسول کا سایہ اس پر قائم رہے۔آمین

نام: محمد فرخ نواز　　والد: محمد رب نواز　　تعلیم: 4th year

ایڈریس: محلّہ چندانوالہ نئی عیدگاہ روڈ جھنگ

میں گرمیوں کی تعطیلات کی وجہ گھر میں فارغ رہتا تھا۔ایک دن میرے دوستوں نے مجھے بتایا کہ تم فارغ رہنے سے قرآن اکیڈمی میں ADMISSION لواور ہم بھی وہاں جاتے ہیں اس طرح میں ان کے ساتھ قرآن اکیڈمی میں آنے لگا۔

یہاں آکر میں نے دین کے بارے میں بہت کچھ سیکھا جو پہلے مجھے پتہ نہیں تھا۔اور میں اپنی غلطی پر قابو نہ پا سکتا تھا۔لیکن ادھر آکر میں نے اپنے آپ کو کافی بہتر بنانے کی کوشش کی اور میں اس میں کامیاب رہا۔اور میں اس اکیڈمی کے تمام اساتذہ کرام اور دیگر انتظامیہ کا دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے ہر کام نہایت ہی ذمہ داری سے نبھایا اور میں نوجوانوں کو ایک نصیحت کرتا ہوں کہ اگر وہ گھر پر فارغ ہیں تو ان کو چاہیے کہ وہ اس 25 روزہ تربیت گاہ میں ضرور داخلہ لیں اس سے ان کو روحانی طور پر کافی بہتری ہوگی۔

اللہ کرے قرآن اکیڈمی اسی طرح کامیابی کی طرف رواں دواں رہے اور اس کا جو حصہ ابھی نامکمل ہے جلد تعمیر ہو یہ ہم تمام طلبہ جو اس کورس میں شامل تھے دل سے دعا کرتے ہیں۔

حیاتِ دینوی اور حیاتِ اُخروی

حقیقت، موازنہ اور فوزِ عظیم

رحمت اللہ بُٹر

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے انسانوں کو ان کی تخلیق سے آگاہ کرنے کے لئے جو ہدایت نازل کی ہے اس میں ان دونوں زندگیوں کے بارے میں بہت تفصیل بیان ہوئی ہے۔ سورۃ الانعام اور سورۃ العنکبوت میں بڑے مختصر الفاظ میں ان کی حقیقت یوں بیان کی ہے کہ عقل مند اسے سمجھ لیں۔

وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنیَا اِلَّا لَعِبٌ وَلَھْوٌ وَلَلدَّارُ الْآخِرَ ۃُ خَیرٌ لِلَّذِینَ یَتَّقُونَ اَفَلَا تَعقِلُونَ (الانعام ۔32)

ترجمہ: ''اور نہیں ہے یہ دنیا کی زندگی مگر کھیل اور تماشہ اور آخرت کا گھر ہے بہتر ان لوگوں کیلیئے جو اللہ کی نافرمانی سے بچے رہے ہوں گے۔ کیا تم سوچتے نہیں''

وَمَا ھٰذِہِ الْحَیٰوۃُ الدُّنیَا اِلَّا لَھْوٌ وَّلَعِبٌ وَ اِنَّ الدَّارَالْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الحَیَوَانُ لَوْ کَانُوا یَعْلَمُوْنَ (العنکبوت ۔64)

ترجمہ: ''اور نہیں ہے یہ دنیا کی زندگی مگر تماشہ اور کھیل اور بیشک آخرت کا گھر ہے زندہ رہنے کی جگہ، کاش یہ جان لیں''۔

''اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تمہیں اللہ کی راہ میں نکلنے کا حکم دیا جاتا ہے تو زمین سے چمٹ جاتے ہو، کیا تم دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو آخرت کے بدلے؟ تو جان لو دنیا کی زندگی کا برتنے کا سامان آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں''۔

اس حقیقت کو ایک مثال سے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ دنیا کی زندگی چونکہ کھیل

اور تماشہ ہے اس لئے یہ آج کے دور میں ڈرامہ کی مثال سے سمجھ آ جاتی ہے۔ ڈرامہ ہمیشہ ایک وقت معین تک کے لئے ہوتا ہے، ایک گھنٹے کا ہو یا دو گھنٹے کا۔ اسی طرح کائنات میں ہر چیز کی ایک مدت معین ہے اور خود اس کائنات کی بھی، کہ یہ بھی ایک معین مدت کے لئے ہے (اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی) کیونکہ آزمائش کے لئے وقت مقرر دیا جاتا ہے۔

اس لئے ہر شخص کو یہ سامنے رکھ کر زندگی گزارنی چاہئے کہ اس کی زندگی ایک وقت کے لئے ہے ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے بلکہ اس کی لذات کو ختم کرنے والی کو یاد رکھنا چاہئے جس سے واسطہ پڑنے والا ہے جیسے فرمایا! رسول ﷺ نے اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ اور یہ چیز بھی سامنے رکھنی چاہئے کہ اَلْیَومَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَّلَا عَمَلَ یہ وقت اگرچہ تھوڑا ہے لیکن آج عمل ہے اور حساب نہیں اور کل کو حساب ہے اور عمل نہیں۔ اگرچہ انسان کا معاملہ یہ ہے کہ جوں جوں وقت گزرتا ہے اس کی دنیا کی محبت بڑھتی جاتی ہے جیسے فرمایا نبی اکرم ﷺ نے

یَھْرِمُ اِبنُ ادَمَ وَیَشَبُّ مِنهُ اِثْنَتَانِ اَلحِرصُ عَلَی العُمُرِ وَالحِرصُ عَلَی المَالِ

ترجمہ: ''آدم کا بیٹا بوڑھا ہورہا ہوتا ہے لیکن دو چیزیں جوان ہورہی ہوتی ہیں، لمبی عمر کی امید اور مال و دولت کا لالچ''۔

انسان جب اس دنیا کی حقیقت کو بھول جاتا ہے تو اس کا معاملہ یہ ہوجاتا ہے

وَالَّذِینَ کَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاْکُلُوْنَ کَمَا تَاْکُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُمَثْوًی لَّھُم

''اور آخرت کو نہ ماننے والے اس دنیا میں ایسے ہی کھاتے پیتے رہتے ہیں جیسے چوپائے (اور کبھی اس کے بارے میں سوچتے نہیں کہ یہ کھیل جلد ختم ہونے والا ہے) اور ان کیلئے آگ ٹھکانہ بننے والا ہے''۔

ڈرامے میں مختلف لوگوں کو مختلف کردار الاٹ کئے جاتے ہیں اور یہ الاٹمنٹ ظاہر ہے اس کھیل کا ڈائریکٹر کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ آدمی کس صلاحیت کا ہے اسے ویسا ہی کردار دیتا ہے کیونکہ اصل تو آزمائش مطلوب ہے۔ اس دنیا کی زندگی کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یہ بھی آزمائش کے لئے ہے۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَ کُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً (الملک۔2)

ترجمہ: ''یہ موت اور حیات کا سلسلہ اس لئے پیدا کیا ہے تا کہ تمہیں آزمایا جائے کہ کون ہے جو بہتر عمل کرنے والا ہے''۔

اگرچہ سب مل کر کام کرتے ہیں لیکن کردار ہر ایک کا اپنا ہے اور اس کے متعلق وہی جواب دہ ہے اب ہر شخص سوچے کہ اس کو اس دنیا میں جو کردار دیا گیا ہے یہ کس نے دیا ہے، صاف ظاہر ہے کہ اس کائنات کے خالق و مالک نے ہر شخص کو پیدا کیا ہے اور صلاحیتیں عطا کی ہیں اور وہ ذات الحکیم اور الخبیر بھی ہے جیسا کردار دیا ہے ویسی ہی صلاحیتیں بھی دی ہیں اور اسی کے مطابق مہلتِ عمر بھی دی ہے اور اسباب و وسائل بھی۔ فرمایا!

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْباً وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌo

ترجمہ''اے انسانو! ہم نے تم کو ایک جوڑے سے پیدا کیا ہے اور کنبوں اور قبیلوں میں اس لئے بانٹ دیا ہے کہ تم پہنچانے جاؤ۔ بیشک تم میں سے ہمارے ہاں سب سے معزز وہ ہے جو پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ ﷻ ہر چیز کا علم رکھنے والا اور ہر کسی کی خبر رکھنے والا ہے''۔

یہی احساس دلایا ہے نبی اکرم ﷺ نے اس فرمان میں کہ

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ :اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَقُلُوْبِکُمْ۔(رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: ''اللہ ﷻ تمہاری صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتا (یہ تو اس نے عطا کی ہیں) بلکہ تمہارے اعمال اور دلوں کو دیکھتا ہے''۔

اگر انسان اس حقیقت کو سمجھ لے تو اس میں کسی نسل، علاقہ اور زبان کی بنیاد پر غرور نہیں آئے گا کیوں کہ اپنی پیدائش میں اس کا کوئی اختیار اور دخل نہیں ہے بلکہ اللہ ﷻ کا فیصلہ ہے جس نے اسے یہ کردار دیا ہے۔

یہی حقیقت ہے جسے نبی اکرم ﷺ نے اپنے آخری خطبہ حجۃ الوداع میں باور کروایا ہے

لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَّ لَا لِاَعُجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَّ لَا لِاَحمَرَ

عَلٰی اَسوَ دَ وَلَا لِاَسوَدَ عَلٰی اَحمَرَ کُلُّکُم بَنُوادِمَ وَادَمُ مِن تُرَابِ ۔

ترجمہ: ''کسی عربی کو عرب ہونے کی وجہ سے کسی غیر عرب پر فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی غیر عرب کو عرب والوں پر اور نہ کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے''

آج اس حقیقت کو سامنے نہ رکھنے کی وجہ سے دنیا فساد اور ظلم کی جگہ بنی ہوئی ہے، آج قومی عصبیتوں کی بنیاد پر انسان منقسم ہیں اور ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں اور اپنی برتری کو دوسروں پر مسلط کرنا چاہتے ہیں جن کے پاس مال و دولت اور اقتدار آ جاتا ہے وہ اپنی قوم کی عزت اور ذات کو انسان سمجھتے ہیں اور باقی دنیا کو کوئی مقام دینے کو تیار نہیں ہیں۔ اس کی پاداش میں قیامت کے دن ان حقائق کو سامنے نہ رکھنے والوں سے فرمایا جائے گا:۔

وَیَومَ یُعرَضُ الَّذِینَ کَفرُوا عَلَی النَّارِ اَذهَبتُم طَیِّبٰتِکُم فِیْ حَیٰوتِکُمُ الدُّنیَا وَا سُتَمتَعتُم بِهَا فَالیَومَ تُجزَونَ عَذَابَ الهُونِ بِمَا کُنتُم تَستَکبِرُونَ فِی الاَرضِ بِغَیرِ الحَقِّ وَبِمَا کُنتُم تَفسُقُونَ ۔(الاحقاف:20)

ترجمہ: ''اور جب ان نہ ماننے والوں کو آگ پر پیش کیا جائے گا اور باور کروایا جائے گا کہ تم نے دنیا کی زندگی کے لطف اٹھا لئے اور خوب مزے اڑائے آج تم کو ذلت کا عذاب جھیلنا ہوگا۔ اس پاداش میں کہ تم زمین میں تکبر کرتے تھے جو تمہارا حق نہیں تھا اور اس پاداش میں کہ تم نافرمانی کرنے والے تھے''۔

اصل میں اس حقیقت کو نہ سامنے رکھنے والے اس دنیا کے وقار اور حیثیت کو سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں اور اس پر اترانا شروع کر دیتے ہیں۔ جس سے دنیا میں جنگ و جدل اور ناانصافی جنم لیتی ہے اور وہ اپنی حیثیت کا صلہ اس دنیا میں حاصل کرنے کا تہیہ کر لیتے ہیں جیسے فرمایا:۔

مَنْ کَانَ یُرِیدُ الحَیٰوةَ الدُّنیَا وَزِینَتَهَا نُوَفِّ اِلَیهِم اَعمَالَهُم فِیهَا وَ هُم فِیهَا لَا یُبخَسُونَ o اُولٰٓئِكَ الَّذِینَ لَیسَ لَهُم فِی الآخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِیهَا وَبَا طِلٌ مَّا کَانُوا یَعمَلُونَ o (ھود 15)

ترجمہ: ''جو شخص طالب بن جاتا ہے دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا تو ایسے

لوگوں کو ان کی محنت کا پورا صلہ دنیا میں دے دیتے ہیں اور اس میں ہم کمی نہیں کرتے۔
پھر یہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں صرف آگ ہے اور ضائع جاتا ہے جو انہوں
نے دنیا میں کیا تھا اور باطل ہو گیا جو انہوں نے کمایا تھا''۔

اصل میں تو اللہ ﷻ نے کسی کو بادشاہ کا رول دیا ہے اور کسی کو ایک اردلی کا۔ کسی کو جاگیردار بنا دیا اور کسی ہاری۔ کوئی کارخانہ دار ہے اور کوئی اس کا ملازم کوئی شہزادی اور کوئی اس کی باندی یہ سب کچھ آزمائش کے لئے ہے اور اسی میں آزمائش کا سامان ہے۔ اب آیئے تیسری حقیقت کی طرف جو اس مثال سے سامنے آئی ہے۔ ڈرامے میں جس شخص کو جو کردار دیا جاتا ہے اس کے مطابق اس کو وسائل بھی دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ اس کردار کو ادا کر سکے مثلاً جس کو بادشاہ کا کردار دیا جاتا ہے اس کو تاج اور شاہانہ لباس بنوا کر دیا جاتا ہے اور پھر جہاں اس نے کچہری لگا کر انصاف کرنا ہوتا ہے اس کے لوازمات یہ سب اس کھیل کا ڈائریکٹر مہیا کرتا ہے اور جب وہ اپنا کردار ادا کر چکے تو حکم دیا جاتا ہے کہ یہ تاج اور لباس یہیں چھوڑ جاؤ اور جیسے آئے تھے ویسے تشریف لے جاؤ کیونکہ یہ تمہیں اتنی دیر تک استعمال کے لئے دیا گیا تھا تم اس کے مالک نہیں ہو۔ اب سوچیئے اس دنیا میں جو بھی وسائل ہیں وہ کس نے مہیا کئے ہیں اور کس مقصد کے لئے؟ یہ اللہ ﷻ نے ہی پیدا کئے ہیں اور ہر شخص کو اس کی مہلت عمر کے لئے ان کو استعمال کا حق دیا ہے وگرنہ کوئی شخص اس کا مالک نہیں ہے۔ اس لئے جب دنیا سے جاتا ہے تو سب کچھ یہیں چھوڑ کر جاتا ہے اور جیسے آیا تھا ویسے ہی واپس چلا جاتا ہے جیسے کہ فرمایا!

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ وَمَا نَرٰی مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ۔(الانعام94)

ترجمہ: ''تم آ گئے ہو نہ ہمارے پاس اکیلے جیسے ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو اسباب ہم نے تم کو دیئے تھے وہ پیچھے چھوڑ آئے ہو نہ اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے سفارشی جن کو تم کچھ سمجھتے تھے کہ ان کو تمہارے بارے میں کچھ اختیار ہے۔ آج تمہارا تعلق ختم ہو گیا اور گم ہو گئے جن کو تم کچھ سمجھتے تھے''۔

یہ ہے حقیقت ان وسائل کی جو دنیا میں انسان استعمال کرتا ہے اور اسی لئے ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے:۔

فَمَا اُوْ تِیْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (شوریٰ 36)

ترجمہ: ''جو کچھ بھی تم دیئے گئے ہو یہ دنیا کی زندگی کے برتنے کا سامان ہے''۔

یہ ساتھ جانے والا نہیں ہے کیونکہ تم اس کے مالک نہیں ہو یہ تو حق تصرف تھا جو تم کو عطا ہوا تھا اور اس میں جو تفاوت ہے وہ اللہ کی طرف سے رکھا گیا ہے اور اسی کے ذریعہ آزمایا جا رہا ہے۔فرمایا:۔

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَ یَقْدِرُ وَ فَرِحُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا فِیْ الْآخِرَۃِ اِلَّامَتَاعٌ○(الرعد 26)

ترجمہ: ''یہ تو اللہ ﷻ ہے جو جس کے لئے چاہتا ہے رزق کی فراوانی کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے پابند کر دیتا ہے۔(جن کو زیادہ دے دیا ہے) وہ دنیا کی زندگی پر بڑے ناز کرتے ہیں حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں تو صرف برتنے کا سامان ہے''۔

یہی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے دنیا میں ان مال و اسباب اور اقتدار کی بنیاد پر انسان آسمانی ہدایت سے محروم رہا ہے فرمایا:۔

وَمَا اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْھَا اِنَّا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِہٖ کٰفِرُوْنَ ○ وَقَالُوْا نَحْنُ اَکْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ○ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَ یَقْدِرُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ وَمَااَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰیٓ اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَاعَمِلُوْا وَھُمْ فِی الْغُرُفَاتِ اٰمِنُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِکَ فِیْ الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ○ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَ یَقْدِرُلَہٗ وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ وَ ھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ○ (السبا 34-39) ۔

ترجمہ: ’’اور جب بھی ہم نے کسی بستی میں آگاہ کرنے والا (رسول) بھیجا ہے تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا ہے کہ ہم جو تم لے کر آئے ہو اس کا انکار کرتے ہیں اور ان کا کہنا تھا کہ ہم زیادہ ہیں مال اور اولاد میں اور عذاب نہیں دیئے جائینگے۔ فرما دیجیے یہ تو ہمارا رب ہے جو جن کے لئے چاہتا ہے رزق بڑھا دیتا ہے اور جن کے لئے چاہتا ہے ناپ تول کر دیتا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس کو سمجھ نہیں پاتی۔ اور لوگو! یہ تمہارے مال اور اولاد ہمارے قرب کا ذریعہ نہیں ہیں بلکہ قرب ان کو ملتا ہے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔ یہ ہیں جن کو ہم کئی گنا بدلہ دیں گے ان کی کمائی کا اور وہ چوباروں میں بہت مطمئن ہوں گے اور جو ہماری آیات کو جھٹلانے میں بھاگ دوڑ کرتے ہیں وہ عذاب میں پکڑے ہوں گے۔ فرما دیجیے میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کی فراوانی کر دیتا ہے اپنے بندوں میں سے اور جن کے لئے چاہتا ہے تھوڑا کر دیتا ہے اور جو تم خرچ کرتے ہو (اللہ کی راہ میں) وہ اس کا صلہ دیتا ہے اور وہی ہے بہتر رزق دینے والوں میں‘‘۔

اصل میں تو یہ آزمائش کے لئے ہے تاکہ دیکھا جائے کہ جن کو دیا ہے وہ ان کی خبر گیری کرتے ہیں جن کو کم دیا گیا ہے یا اسے اپنا مال سمجھ کر صرف نمود و نمائش ہی پر لگاتے ہیں؟ جیسے فرمایا!

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَآاٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِىْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَايَرْبُوْا عِنْدَاللّٰهِ وَمَآاٰتَيْتُمْ مِنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ○ (الروم 37-39)

ترجمہ: ’’کیا لوگ دیکھتے نہیں کہ یہ اللہ ﷻ ہی ہے کہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق پھیلا دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے ناپ تول کر دیتا ہے۔ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لانا چاہیں (جس کو رزق میں کشادگی دی ہے) پس ادا کرو قرابت داروں کا حق اور مسکینوں اور مسافروں کا۔ یہی بہتر ہے ان کے لئے جو

اللہ ﷻ کی رضا کے طالب ہیں اور یہی ہیں جو مراد پا لینگے۔ اور جو تم دیتے ہو سود پر تا کہ وہ بڑھے لوگوں کے مالوں میں، وہ اللہ ﷻ کے ہاں نہیں بڑھتا اور جو تم ادا کرتے ہو زکوٰۃ اللہ کی خوشنودی کے لئے یہ ہے جو ان کو بڑھا کر دیا جائے گا''

اور فرمایا:!

ذَرۡهُمۡ يَأۡكُلُوۡا وَيَتَمَتَّعُوۡا وَيُلۡهِهِمُ الۡاَمَلُ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ○(الحجر-3)

ترجمہ: ''اور ان کو چھوڑ دیجئے، یہ مہلت سے فائدہ اٹھالیں اور چر چگ لیں اور ان کی خواہشیں اور امیدیں ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں لیکن عنقریب یہ جان لیں گے''

اور بعض دفعہ تو اللہ ﷻ ان لوگوں کو جو دنیا کی زندگی کی حقیقت جاننے کے باوجود پھر اسی کو اصل زندگی سمجھ لیتے ہیں اور اسی کے ہی گرویدہ ہو جاتے ہیں ان کو نیکیوں کا صلہ بھی یہیں دے دیتے ہیں تا کہ پھر آخرت میں ان کا حصہ نہ رہے۔

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيۡهِمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فِيۡهَا وَهُمۡ فِيۡهَا لَا يُبۡخَسُوۡنَ ○ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ لَيۡسَ لَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوۡا فِيۡهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ○ (ھود 16-15)

ترجمہ: ''جو شخص طالب بن جاتا ہے دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا تو ایسے لوگوں کو ان کی محنت کا پورا صلہ دنیا میں دے دیتے ہیں اور اس میں ہم کمی نہیں کرتے۔ پھر یہ لوگ ہیں کہ جن کے لئے آخرت میں صرف آگ ہے اور ضائع جاتا ہے جو انہوں نے دنیا میں کیا تھا اور باطل ہو گیا جو انہوں نے کمایا تھا''۔

اس دنیا کے ساز و سامان اور حیثیت کی بنیاد پر مکہ اور طائف والوں نے اللہ ﷻ کی طرف سے نازل بینات کا انکار کیا۔

وَقَالُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الۡقَرۡيَتَيۡنِ عَظِيۡمٍ○ اَهُمۡ يَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّكَ نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّعِيۡشَتَهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِيًّا وَرَحۡمَتُ رَبِّكَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ○ وَلَوۡلَاۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلۡنَا لِمَنۡ

يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍوَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ○ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُوْنَ ○ وَزُخْرُفًا ط وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ○ (الزخرف ۔31-37)

ترجمہ: ’’اوران کا کہنا ہے کہ کیوں نہیں نازل کیا گیا قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے سردار پر۔ کیاان کواختیار مل گیا ہے اللہ کی رحمت کی تقسیم کا‘ یہ تو ہم ہیں کہ بانٹ دی ہے ان کی روزی ان کے درمیان دنیا کی زندگی میں اور بلند کر دیا ہے مقام بعض کا بعض پر تا کہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں اور تیرے رب کی رحمت کہیں بہتر ہے اس سے جو یہ جمع کیے ہوئے ہیں اگر ڈر نہ ہوتا کہ لوگ ایک ہی گروہ بن جائیں گے تو ہم تو رحمٰن کو نہ ماننے والوں کے گھر کی چھتیں اور سیڑھیاں جن پر چڑھتے ہیں چاندی کی بنا دیتے۔ اوران کے گھروں کے دروازے اوران کے تخت جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں اور یہ سب ہم سونے کے بنا دیتے اور پھر بھی یہ چند دن کیلئے برتنے کا سامان ہوتا اور آخرت تو تیرے رب نے متقیوں کے لئے رکھی ہے۔ اور جو کوئی اللہ کی یاد سے غفلت میں زندگی گزارتا ہے ہم اس کو شیطان کا ہم نشین بنا دیتے ہیں۔ اوران (قریش) کا یہ حال ہے کہ یہ اللہ کی راہ سے رکے ہوئے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ یہ ہدایت پر ہیں‘‘۔

اور عمل اور کردار پر اصل میں کامیابی اور ناکامی ہوگی نہ کہ دنیا میں حیثیت پر۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ○ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ○ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى○ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى○ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا○ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى○ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى○ (النازعات 34-41)۔

ترجمہ: ’’اور جب آ پہنچے گی وہ بڑی آفت! اس دن انسان یاد کرے گا کہ وہ کیا

بھاگ دوڑ کرتا رہا۔ اور جہنم ظاہر کردی جائے گی جو دیکھنا چاہے۔ جس نے طغیانی کی ہوگی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی ہوگی۔ پس جہنم اس کا ٹھکانہ بن جائے گی۔ اور جو ڈر گیا اپنے مالک کے سامنے کھڑے ہونے سے اور قابو کر لیا اپنے نفس کو اس کی خواہشوں سے۔ پس جنت اس کا ٹھکانہ بن جائے گا''۔

حاتم اصمؒ جو مشہور بزرگ اور حضرت شقیق بلخیؒ کے خاص شاگرد ہیں ان سے ایک مرتبہ حضرت شیخ نے دریافت کیا کہ حاتم کتنے دن سے تم میرے ساتھ ہو انہوں نے عرض کیا تینتیس برس سے۔ فرمانے لگے کہ اتنے دنوں تم نے مجھ سے کیا سیکھا؟ حاتم نے عرض کیا۔ آٹھ مسئلے سیکھے ہیں۔ حضرت شقیق نے فرمایا! اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ اتنی طویل مدت میں صرف آٹھ مسئلے سیکھے میری تو عمر ہی تمہارے ساتھ ضائع ہوگئی۔ حاتم نے عرض کیا حضور صرف آٹھ ہی سیکھے ہیں جھوٹ تو بول نہیں سکتا۔ حضرت شقیق نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ وہ آٹھ مسئلے کیا ہیں؟ حاتم نے غرض کیا۔

1۔ میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کو کسی نہ کسی سے محبت ہوئی ہے (بیوی سے، اولاد سے، ماں سے، احباب سے وغیرہ) لیکن میں نے سیکھا کہ جب وہ قبر میں جاتا ہے تو اس کا محبوب اس سے جدا ہو جاتا ہے اس لئے میں نے نیکیوں سے محبت کر لی تاکہ جب میں قبر میں جاؤں تو میرا محبّ بھی ساتھ ہی جائے اور مرنے کے بعد بھی مجھ سے جدا نہ ہو حضرت شقیق نے فرمایا بہت اچھا کیا

2۔ میں اللہ ﷻ کا ارشاد قرآن پاک میں دیکھا وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ...... الایة (النازعات) ''اور (دنیا میں) جو شخص اپنے رب کے سامنے (آخرت میں) کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہوگا تو جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا'' میں نے جان لیا کہ وہ اللہ ﷻ کا ارشاد حق ہے، میں نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا یہاں تک کہ وہ اللہ ﷻ کی اطاعت پر جم گیا۔

3۔ میں نے دنیا کو دیکھا کہ ہر شخص کے نزدیک جو چیز بہت قیمتی ہوتی ہے بہت محبوب ہوتی ہے وہ اس کو اٹھا کر بڑی احتیاط سے رکھتا ہے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا۔ مَاعِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَاعِنْدَاللّٰہِ بَاقٍ (نحل 96) ''جو کچھ تمہارے پاس دنیا میں ہے وہ ختم ہو جائے گا (خواہ وہ جاتا رہے یا تم مرجاؤ ہر حال میں وہ ختم ہوگیا) اور جو اللہ ﷻ کے پاس

ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے‘‘ اس آیت شریفہ کی وجہ سے جو چیز بھی میرے پاس ایسی کبھی ہوئی جس کی مجھے وقعت زیادہ ہوئی وہ پسند زیادہ آئی وہ میں نے اللہ ﷻ کے پاس بھیج دی تا کہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے۔

4۔ میں نے ساری دنیا کو دیکھا کوئی شخص مال کی طرف (اپنی عزت اور بڑائی میں) لوٹتا ہے کوئی نسب کی شرافت کی طرف کوئی فخر کی چیزوں کی طرف یعنی ان چیزوں کے ذریعہ سے اپنے اندر بڑائی پیدا کرتا ہے اور اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے میں نے اللہ ﷻ کا ارشاد دیکھا۔ اِنَّ اَکْـرَمَـکُمْ عِـنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات 13) ’’اللہ ﷻ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو‘‘۔ اس بنا پر میں نے تقویٰ اختیار کر لیا تا کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک شریف بن جاؤں۔

5۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے پر طعن کرتے ہیں، عیب جوئی کرتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں اور یہ سب کا سب حسد کی وجہ سے ہوتا ہے کہ ایک کو دوسرے پر حسد آتا ہے۔ میں نے اللہ ﷻ کا ارشاد دیکھا! نَـحْـنُ قَسَـمْـنَـا بَیْنَھُمْ مَعِیْشَتَھُمْ......الایۃ (الـزخـرف۔ 32) ’’دنیوی زندگی میں ان کی روزی ہم نے ہی تقسیم کر رکھی ہے اور (اس تقسیم میں) ہم نے ایک کو دوسرے پر فوقیت دے رکھی ہے تا کہ (اس کی وجہ سے) ایک دوسرے سے کام لیتا رہے‘‘ (سب کے سب برابر ہی نمونہ کے بن جائیں تو پھر کوئی کسی کا کام کیوں کرے کیوں نوکری کرے اور اس سے دنیا کا نظام خراب ہو ہی جائے گا) میں نے اس آیت شریفہ کی وجہ سے حسد کرنا چھوڑ دیا۔ ساری مخلوق سے بے تعلق ہو گیا اور میں جان لیا کہ روزی کا بانٹنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے۔ وہ جس کے حصہ میں جتنا چاہے لگائے۔ اس لئے لوگوں کی عداوت چھوڑ دی اور یہ سمجھ لیا کہ کسی کے پاس مال کے زیادہ یا کم ہونے میں اس کے فعل کو زیادہ دخل نہیں ہے، یہ تو مالک الملک کی طرف سے ہے اس لئے اب کسی پر غصہ ہی نہیں آتا۔

6۔ میں نے دنیا میں دیکھا کہ تقریباً ہر شخص کی کسی نہ کسی سے لڑائی ہے۔ کسی نہ کسی سے دشمنی ہے میں نے غور کیا تو دیکھا کہ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا! اِنَّ الشَّیْـطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا (فـاطـر۔6) ’’شیطان بے شبہ تمہارا دشمن ہے پس اس کے ساتھ دشمنی ہی رکھو‘‘ (اس کو دوست نہ

بناؤ) پس میں نے دشمنی کے لئے اسی کو چن لیا اور اس سے دور رہنے کی انتہائی کوشش کرتا ہوں۔ اس لئے کہ جب حق تعالیٰ شانہ نے اس کے دشمن ہونے کا فرما دیا تو میں نے اس کے علاوہ سے اپنی دشمنی ہٹالی۔

7۔ میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق روٹی کی طلب میں لگ رہی ہے۔اسی کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ذلیل کرتی ہے اور ناجائز چیزیں اختیار کرتی ہے پھر میں نے دیکھا تو اللہ جل شانہ کا ارشاد! وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا (ھود-6) ''اور کوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ ﷻ کے ذمہ نہ ہو''۔ میں نے دیکھا کہ میں ابھی انہی زمین پر چلنے والوں میں سے ایک ہوں جن کی روزی اللہ ﷻ کے ذمہ ہے پس میں نے اپنے اوقات ان چیزوں میں مشغول کر لئے جو مجھ پر اللہ ﷻ کی طرف سے لازم ہیں اور جو چیز اللہ ﷻ کے ذمہ تھی اس سے اپنے اوقات کو فارغ کر لیا۔

8۔ میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کا اعتماد اور بھروسہ کسی خاص ایسی چیز پر ہے جو خود مخلوق ہے، کوئی اپنی جائداد پر بھروسہ کرتا ہے کوئی اپنی تجارت پر اعتماد کرتا ہے کوئی اپنی دستکاری پر نگاہ جمائے ہوئے ہے کوئی اپنے بدن کی صحت اور قوت پر (کہ جب چاہے جس طرح چاہے کما لوں گا) اور ساری مخلوق ایسی چیزوں پر اعتماد کئے ہوئے ہے جو ان کی طرح خود مخلوق ہیں۔ میں نے دیکھا کہ اللہ ﷻ کا ارشاد ہے! وَمَنْ یَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (طلاق-3) ''جو شخص اللہ ﷻ پر توکل اور اعتماد کرتا ہے پس اللہ ﷻ اس کے لئے کافی ہے'' اس لئے میں نے بس اللہ ﷻ پر توکل اور بھروسہ کر لیا۔

اکثر انسان اپنی اولاد کی خاطر حرام وحلال کی تمیز اٹھا دیتا ہے اور ان کے لئے آسائشیں حاصل کرتا ہے، وہ اس کو قیامت کے دن پہچانیں گے بھی نہیں۔ جیسے فرمایا!

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ ○ وَاُمِّہٖ وَ اَبِیْہِ ○ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ ○ لِکُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْھُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْہِ ○ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَۃٌ ○ ضَاحِکَۃٌ مُّسْتَبْشِرَۃٌ ○ وَوُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْھَا غَبَرَۃٌ ○ تَرْھَقُھَا قَتَرَۃٌ ○ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکَفَرَۃُ الْفَجَرَۃُ (عبس 34-42)

ترجمہ: ''وہ دن (قیامت) ایسا ہوگا کہ بھائی بھائی سے بھاگے گا اور انسان اپنی

ماں اور باپ سے بھاگے گا اپنی بیوی اور اولاد سے۔ ہر شخص ایسی کیفیت میں ہوگا کہ اسے دوسروں کی فکر نہ ہوگی اس دن کچھ چہرے چمکتے ہوں گے وہ ہنستے ہوں گے خوشی سے اور کچھ چہروں پر دھول چڑھی ہوگی اور سیاہی نے ان کے چہروں کو ڈھانپا ہوگا یہ وہ ہوں گے جو منکر اور نافرمان تھے‘‘

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها اَنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :مَا يُبْكِيْكِ؟ قَالَتْ: ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ فَهَلْ تَذْكُرُوْنَ اَهْلِيْكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَمَّا فِىْ ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ اَحَدٌ اَحَدًا عِنْدَ الْمِيْزَانِ حَتّٰى يَعْلَمَ اَيَخِفُّ مِيْزَانُهٗ اَمْ يَثْقُلُ وَعِنْدَالْكِتَابِ حِيْنَ يُقَالُ”هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ“حَتّٰى يَعْلَمَ اَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهٗ فِىْ يَمِيْنِهٖ اَمْ فِىْ شِمَالِهٖ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِهٖ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ اِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَىْ جَهَنَّمَ(رواه ابوداؤد)

ترجمہ: ’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہیں (جہنم کی) آگ یاد آئی تو رونے لگیں۔رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا’’عائشہ کیوں رو رہی ہو؟‘‘ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا’’(یا رسول اللہ ﷺ) جہنم کی آگ یاد آنے پر روئی ہوں، کیا قیامت کے روز آپ اپنے اہل وعیال کو بھی یاد رکھیں گے؟‘‘ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا’’ تین جگہوں پر کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کو یاد نہیں کرے گا(1) میزان کے پاس یہاں تک کہ اسے پتہ چل جائے کہ ان کے اعمال کا وزن ہلکا رہا ہے یا بوجھل۔(2) نامہ اعمال ملنے کے وقت جب پکارا جائے گا کہ آؤ اپنا اپنا نامہ اعمال پڑھو حتیٰ کہ اسے پتہ چل جائے اسے اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے یا بائیں ہاتھ میں پشت کے پیچھے سے اور(3) پل صراط سے گزرتے وقت جب وہ جہنم کے اوپر رکھا جائے گا۔‘‘

اور فرمایا!

اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى

الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ کَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَہِیۡجُ فَتَرٰىہُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَکُوۡنُ حُطٰمًا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ وَّ مَغۡفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانٌ وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ (الحدید20)۔

’’اچھی طرح جان لو بیشک دنیا کی زندگی کھیل ہے، تماشہ ہے اور زینت ہے اور باہمی فخر کا ذریعہ ہے اور باہمی مال واولاد کی کثرت چاہنا ہے یہ ایسے ہے جیسے بارش برسے تو کاشتکار کو اس کی کھیتی بھلی لگتی ہے پھر کھیتی خوب لہلہاتی ہے پھر اسے دیکھتے ہو زرد اور پھر ہو جاتی ہے چورہ چورہ اور آخرت میں یا تو عذاب ہوگا سخت یا پھر اللہ ﷻ کی مغفرت اور اس کی رضامندی۔ اور نہیں ہے دنیا کی زندگی کا سامان مگر دھوکے کا سامان‘‘

یہ دھوکے کا سامان ہے جس سے کبھی انسان مطمئن نہیں ہوتا بلکہ جتنا پالیتا ہے اس سے زائد حاصل کرنے کی تمنا لگی رہتی ہے۔ دیکھ لیجئے اگر کسی شخص کے پاس سائیکل نہ ہو اور پیدل چلتا ہو تو سائیکل والے کو دیکھ کر حسرت کرتا ہے کہ کاش میرے پاس بھی سائیکل ہو۔ پھر اگر اسے سائیکل میسر آ جائے تو موٹر سائیکل کی حسرت پیدا ہو جائے گی۔ اور اگر موٹر سائیکل مل جائے تو کار کی۔ وہ کبھی بھی کسی جگہ پر مطمئن نہیں ہوگا۔

اسی مثال سے جو چوتھی حقیقت سامنے آتی ہے وہ بھی سمجھ لیجئے، کھیل کا ڈائریکٹر ہر شخص کی رہنمائی کے لئے اسے جیسا رول ادا کرنا ہے ویسی ہدایات لکھی ہوئی دیتا ہے تاکہ ان کو سامنے رکھ کر وہ بہترین کارکردگی کر سکے اور اپنے رول میں کامیابی حاصل کر سکے۔

اللہ ﷻ نے بھی اس دنیا میں جتنے انسان پیدا کئے ہیں ان کی رہنمائی کے لئے پہلے انسان سے لے کر آخری انسان تک ہدایت کا بندوبست کیا ہے تاکہ ہر شخص جان لے کہ اس کی کامیابی کی راہ کون سی ہے اور اسے کیسے اپنا کردار ادا کرنا ہے اس رہنمائی کی آخری صورت اس قرآن مجید کی صورت میں نازل کی گئی ہے اور اسی لئے اللہ ﷻ نے اس کی حفاظت کا بندوبست کیا ہے تاکہ وہ رہتی دنیا تک موجود رہے اور ہر انسان اس سے رہنمائی حاصل کر کے اپنا رول بہترین صورت میں ادا کر کے کامیابی حاصل کر لے لیکن افسوس کہ جن کے پاس وہ موجود ہے اور جن کے ذمہ تھا کہ تمام انسانیت تک اسے پہنچائیں وہ خود اس سے محروم ہیں اور اپنوں نے اسے صرف

کتاب ثواب سمجھ رکھا ہے یا عملیات کا ذریعہ اور وہ بھی بغیر سوچے سمجھے اسے پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ اس کے نزول کا مقصد پورا کر رہے ہیں اور اپنا رول اپنی خواہشات کے مطابق ادا کر رہے ہیں اور اس سے رہنمائی لینے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے اس کی تعلیم حاصل کرنے کی توفیق دی ہے انہوں نے اسے روزی کا ذریعہ بنایا ہوا ہے اور نہ خود اس کی ہدایت پر عمل پیرا ہیں اور نہ دوسروں کو احساس دلاتے ہیں کہ اس کو اپنا رہنما بناؤ، الا ماشاء اللہ! بلکہ سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں کیونکہ جو ہدایت کے قابل ہیں وہ ان کیلئے چندے دے رہے ہیں یہ اپنی روزی کے جانے کے ڈر سے ان کے سامنے بات کھول کر بیان نہیں کرتے بلکہ ان کی بخشش کا اور ان کے فرائض دینی کی ادائیگی کا ٹھیکہ خود لے رکھا ہے اور صرف اسی کی تلقین کرتے رہتے ہیں کہ اپنے مال ہمارے لئے خرچ کرتے رہو اور یہی تمہاری کامیابی کے لئے کافی ہے انہیں صرف بزرگوں، اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قصے سنا کر مطمئن کر دیتے ہیں کہ وہ ان کی شفاعت کے لئے کافی محنت کر گئے ہیں اب صرف ان کو ماننا اور ان کے لئے چڑھاوے چڑھانا اور ہمیں صدقات و خیرات سے نوازنا ہی کافی ہے اور اس کے لئے مختلف رسومات کو دین بنا دیا ہے اور جو دین کے اصل تقاضے ہیں ان سے آگاہ نہیں کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو ہر شخص کی ہدایت کے لئے نازل کیا ہے تاکہ ہر شخص اپنی مہلت عمر اور کردار اس ہدایت کو سامنے رکھ کر گزارے اس قرآن مجید میں بادشاہ کے لئے بھی جاگیردار کے لئے بھی کارخانہ دار اور صاحب اقتدار کیلئے بھی ہدایت ہے اور اسے بہت آسان کتاب بنایا ہے۔

جو لوگ اسے کتاب ہدایت مان کر بھی اس کی رہنمائی حاصل نہیں کرتے انہیں جان لینا چاہئے کہ ان کے پاس قیامت کے دن کوئی عذر نہیں ہوگا جیسے کہ فرمایا!

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (یونس 57)

ترجمہ: ”اے انسانو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت پہنچ گئی ہے اور یہ سینے کی بیماریوں کے لئے شفا ہے اور ہدایت اور رحمت ماننے والوں کے لئے“

شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَـٰتٍ مِّنَ ٱلْهُدَىٰ

وَالْفُرْقَانِ (البقرہ185)

ترجمہ : ''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے جو تمام انسانیت کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت بھی بالکل روز روشن کی طرح اور حق اور باطل میں فرق کردینے والی ہے''۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِىْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ o لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَo ۔(یٰسٓ70)

ترجمہ: ''اور ہم نے اپنے رسول کو شاعر نہیں بنایا اور نہ ہی شاعر ہونا ان کے لائق ہے بلکہ یہ تو یاددہانی ہے اور واضح قرآن ہے تاکہ وہ آگاہ کردیں ان کو جو زندہ ہیں اور نہ ماننے والوں پر حجت قائم ہوجائے۔''

فرمایا!

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا (بنی اسرائیل-9)

ترجمہ: ''بے شک یہ قرآن اس راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے سیدھی راہ ہے اور خوشخبری دیتا ہے ایمان لانے والوں کو جو نیک اعمال بجالاتے ہیں کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے''۔

اب آیئے! اس مثال زندگی کے آخری حصے پر اور وہ یہ ہے کہ ڈرامہ کے اداکاروں کو ایوارڈ کس بنیاد پر ملتا ہے؟ رول کی الاٹمنٹ پر یا کارکردگی پر؟ صاف جواب ہے کہ ایوارڈ تو کارکردگی پر ملتا ہے۔ تو جان لیجیے جس نے بھی ان ہدایات کو سامنے رکھ کر اپنا رول ادا کیا ہوگا اور اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ (پیروی کرو بہترین طریقہ پر اس کی جو نازل کیا تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے) کا مصداق ہوگا وہ کامیابی حاصل کرے گا اور ایوارڈ پائے گا اور یہ ایوارڈ مستقل ہوتا ہے عارضی نہیں کیونکہ یہ اس کی کمائی ہے۔ اس لئے فرمایا!

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا

ترجمہ: ''دیکھو کیسے ہم نے یہاں دنیا میں بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے

(لیکن یہ عارضی ہے اور امتحان کے لئے ہے، آخرت چونکہ تمہاری کمائی کی بنیاد پر ہے اس لئے) آخرت ہے درجہ بندی کی جگہ اور آخرت ہے فضیلت حاصل کرنے کی جگہ‘‘ اس لئے فرمایا!

یٰۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَاتَعْمَلُوْنَ o وَلَاتَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ اُولٰئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ oلَایَسْتَوِیْ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَo(الحشر 18-20)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! آ ؤاللہ کی نافرمانی چھوڑ دو اور ہر نفس کو اس پر نگاہ رکھنا چاہئے کہ اس نے کل کیلئے آگے کیا بھیجا ہے اور آ ؤاللہ کی نافرمانی چھوڑ دو بیشک اللہ ﷻ خوب واقف ہے اس سے جو تم کررہے ہو اور ان کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا اللہ ﷻ نے ان کو اپنے آپ سے غافل کر دیا اور دراصل یہی تو نافرمان ہیں آگ والے اور جنت والے ایک جیسے نہیں ہو سکتے، جنت والے ہی کامیاب ہیں‘‘۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ فَسَتَکُوْنُ فِتَنٌ کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَیُمْسِیْ کَافِرًا وَیُمْسِیْ مُؤْ مِنًا وَ یُصْبِحُ کَافِرًا یَبِیْعُ دِیْنَہٗ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْیَا (رواہ مسلم)

ترجمہ: ’’حضرت ابو ہرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیک کاموں کے کرنے میں جلدی کرو۔عنقریب تاریک رات کے حصوں کی مانند فتنے رونما ہوں گے۔ صبح کے وقت آدمی ایماندار ہے تو شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو ایماندار ہے تو صبح کو کافر ہو جائے گا اور دنیا کے مال ومنال کے بدلے دین کو فروخت کر دے گا‘‘۔(مسلم)

اصل حقیقت یہی ہے کہ جس نے دنیا کی زندگی کے ان حقائق کو سامنے رکھا اور باقی رہنے والی آخرت کو ترجیح دی اور یہاں پابندی اختیار کر لی ان حدود کی جن میں اسے پیدا کر کے موقع دیا ہے تو وہی کامیاب ہوگا۔فرمایا!

یُنَبَّؤُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ بِمَاقَدَّمَ وَاَخَّرَo

ترجمہ: ''اس دن انسان کو آگاہ کر دیا جائے گا اس نے کس کو مقدم رکھا اور کسے مؤخر کیا''

کیونکہ ہر شخص کو اس کی کمائی کے مطابق ہی ملے گا۔ جیسے فرمایا!

یہی وہ دن ہے جس دن وہ انسان پکار اٹھے گا جس نے اس دن کو سامنے رکھ کر زندگی نہ گزاری ہوگی۔ یَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِیۡ قَدَّمۡتُ لِحَیَاتِیۡ ۔''کہے گا اے کاش! میں نے کچھ آگے بھیجا ہوتا اپنی زندگی کے لئے'' یعنی اس دن معلوم ہو جائے گا کہ اصل زندگی تو یہ ہے۔

ہماری اس دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کا معاملہ ایک مثال سے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ ہمیں سعودی عرب یا امارات کا ویزا مل جائے۔ تو جسے بھی ویزا ملتا ہے ایک مدت معین تک کے لئے ملتا ہے۔ وہ آدمی وہاں جا کر کماتا بہت ہے لیکن خرچ کم سے کم کرتا ہے اور اپنی ساری بچت وہاں بھیجتا ہے جہاں سے آیا ہے۔ حالانکہ محنت وہاں ہو رہی ہے جہاں وہ آیا ہوا ہے۔ لیکن وہاں وہ پاؤں پسارنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس لئے کہ اسے یقین ہے کہ یہاں میں ایک مدت معین تک کے لئے آیا ہوں اور مجھے مستقل طور پر وہیں رہنا ہے جہاں سے میں آیا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی ساری بچت اپنے وطن بھیج کر وہاں گھر بنواتا ہے پراپرٹی خریدتا ہے اور بچت جمع کرتا ہے۔ تو یہی تصور ہے جو قرآن مجید ہمیں دیتا ہے کہ تمام لوگ اس دنیا میں ایک معین مدت کے لئے ویزے دے کر بھیجے گئے ہو اور تمہیں مستقل طور پر رہنا وہیں ہے جہاں سے آئے ہو۔ چنانچہ جب کوئی فوت ہو جائے تو ہم یہی حقیقت یہ کہتے ہوئے تسلیم کرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ ۔''بے شک ہم اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور بے شک اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' اور پھر تمام لوگوں کو وہی کچھ ملے گا جو انہوں نے اس دنیا کی زندگی میں بچت کر کے آگے بھیجا ہوگا اور جو شخص اس دنیا میں آ کر اس حقیقت کو بھول جائے کہ میں یہاں ویزا پر آیا ہوں اور اسی کو اپنا وطن سمجھ لے اسی زندگی کو اصل زندگی سمجھ لے اور تمام عمر اسی زندگی کو سنوارنے کے لئے لگا دے تو قرآن حکیم ایسے شخص کو ناکام ترین شخص قرار دیتا ہے۔ اس کا ذکر سورۃ کہف کے آخری رکوع کی آیات میں کیا گیا ہے۔ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اس سورۃ کی پہلی دس آیات اور آخری رکوع کی آیات کو حفظ کرے گا تو وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔ فرمایا!

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ○ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا○ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ○ ذٰلِكَ جَزَآءُ هُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْا آيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ○۔

ترجمہ: ’’کہہ دو کہ کیا ہم تمہیں آگاہ کریں کہ کمائی کے لحاظ سے سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے کون لوگ ہیں؟ (انہوں نے بھرپور زندگی گزاری ہوگی۔ دنیا کمانے کے لئے دن رات ایک کر دیا ہوگا)۔ وہ لوگ کہ جن کی ساری بھاگ دوڑ اسی دنیا کی زندگی میں گم ہو کر رہ گئی اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ انہوں نے بہت اچھا کام کیا (دنیا میں بہت جائیداد بنالی اور بزعم خود کامیاب زندگی گزاری) یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا (جس کے بارے میں قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ آخرت میں وہی کچھ ملے گا جو کما کر آگے بھیجا ہوگا اور اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے) پس ان کی کمائی (دنیا میں جو کچھ جمع کیا تھا) وہ تو اکارت گئی (کیونکہ وہیں رہ گئی) پس ہم ان کے لئے قیامت کے دن ترازو بھی نہیں لگائیں گے ان کی سزا جہنم ہوگی اسی پاداش میں کہ انہوں نے کفر کیا اور اللہ کے رسولوں اور اس کی آیات کو مذاق ہی سمجھتے رہے۔‘‘

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم ان آیات کو صرف دورِ نبوی ﷺ کے کافروں پر منطبق کر کے اپنے آپ کو اس سے بری سمجھتے ہیں حالانکہ ہم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں اس دنیا کے لئے کھپا دی ہیں اور ہم نے تو اللہ کی کتاب سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔

اَلَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا

ترجمہ: ’’جن کی آنکھیں ہمارے ذکر (قرآن مجید) سے بند رہیں اور انہوں نے سننے کی بھی طاقت نہ رکھی‘‘

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس روش سے بچائے اور اسے واقعی قرآن مجید کی دی ہوئی ہدایت پر یقین عطا کرے تا کہ وہ آخرت کے لئے توشہ آگے بھیجنے کی طرف اپنی پوری توجہ دے اور وہاں

پر کامیابی حاصل کرے۔آمین!

یہی حقیقت ہے جو سورۃ الکہف کی ان آیات میں بھی بیان ہوئی ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ مُّقْتَدِرًاO الْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ اَمَلًا O وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنَا هُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًاO وَعُرِضُوا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا لَّقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنَا كُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًاO وَ وُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصَاهَا وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا O

(سورۃ کہف 45-49)۔

ترجمہ: ''ان کو دنیا کی زندگی کی مثال کے ذریعہ سمجھایئے۔ دنیا کی زندگی کی مثال ایسے ہے کہ آسمان سے بارش برسی اوراس سے زمین جڑی بوٹیوں سے بھر گئی اور پھر جلد ہی وہ ریزہ ریزہ ہو گئیں اور ہوا ان کو لے اُڑی اور اللہ ﷻ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ مال اور اولاد تو دنیا کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی تو نیکیاں ہیں جو بدلے کے لحاظ سے اور انجام کے لحاظ سے تیرے رب کے ہاں بہتر ہیں اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلا دیں گے اور زمین چٹیل میدان بن جائے گی اور کہا جائے گا تم آ گئے ہو نہ جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور تم سمجھتے تھے کہ تمہارے لئے کوئی وقت معین نہیں ہے اور اعمال نامے پیش کر دیئے جائیں گے تم دیکھو گے کہ مجرم اس کو دیکھ کر کانپیں گے اور پکار اٹھیں گے ہائے ہماری بدبختی یہ اعمال نامہ کیسا ہے اس نے کوئی چھوٹا اور کوئی بڑا واقعہ نہیں چھوڑا اور پالیں گے جو کیا ہوگا سامنے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا''۔

اس دنیا میں ہر انسان کی کوئی نہ کوئی حیثیت ہے اس کے مطابق اس سے حساب ہوگا فرمایا!

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہ عَنْھُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ اَلْاِمَامُ رَاعٍ وَمُسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِیْ اَھْلِہٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ فِیْ بَیْتِ زَوْجِھَا وَمَسْئُوْلَۃٌ عَنْ رَعِیَّتِھَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِیْ مَالِ سَیِّدِہٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے تم سب حاکم ہو اور تم سب سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا چنانچہ امام حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال ہوگا اور آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اور اس سے اس کے متعلق پرسش ہوگی (عورت اپنے خاوند کے گھر پر ذمہ دار ہے اور اس کے بارے میں مسئول ہے) اور خادم اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا پس تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا''۔ (بخاری ومسلم)

اور پھر یہی حقیقت جو سمجھائی ہے مکہ والوں کو جو اس غلط فہمی میں تھے کہ اگر ہم نے بتوں کو کعبہ سے نکال دیا تو لوگ ہم کو اچک لیں گے اور ہماری معیشت اور اقتدار تباہ ہوجائے گا۔

وَقَالُوْا اِنْ نَّتَّبِعِ الْھُدٰی مَعَکَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا اَوَلَمْ نُمَکِّنْ لَّھُمْ حَرَماً اٰمِناً یُّجْبٰی اِلَیْہِ ثَمَرَاتُ کُلِّ شَیْءٍ رِزْقاً مِنْ لَّدُنَّا وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ o وَکَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ بَطِرَتْ مَعِیْشَتَھَا فَتِلْکَ مَسَاکِنُھُمْ لَمْ تُسْکَنْ مِّنْ بَعْدِھِمْ اِلَّا قَلِیْلاً وَکُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِیْنَ o وَمَا کَانَ رَبُّکَ مُھْلِکَ الْقُرٰی حَتّٰی یَبْعَثَ فِیْ اُمِّھَا رَسُوْلاً یَّتْلُوْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا وَمَا کُنَّا مُھْلِکِی الْقُرٰی اِلَّا وَاَھْلُھَا ظَالِمُوْنَ o وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتُھَا وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ o اَفَمَنْ وَّعَدْنٰہُ وَعْداً حَسَناً فَھُوَ لَاقِیْہِ کَمَنْ مَّتَّعْنٰہُ مَتَاعَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ثُمَّ ھُوَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ o (القصص 57-61)

ترجمہ: ''اور ان (قریش) کا کہنا ہے کہ اگر ہم آپ کی لائی ہوئی ہدایت کی

پیروی کریں گے تو زمین سے اچک لئے جائیں گے۔ کیا یہ بھول گئے ہیں کہ ہم نے ان کو حرم میں ٹھکانہ دیا ہے اور اسے امن کی جگہ بنا دیا ہے اور ان کو ہر قسم کے پھلوں کا رزق پہنچ رہا ہے لیکن ان کی اکثریت اس کو جانتی نہیں اور کتنی بستیوں کو ہلاک کر دیا گیا جن کو اپنی معیشت پر بڑا فخر تھا اور یہ ان کے کھنڈرات ہیں جو ان کے بعد بہت کم آباد ہوئے اور ہم ہی وارث بننے والے ہیں اور تیرا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا رہا جب تک کہ ان کی بڑی بستی (دارالخلافہ) میں رسول نہ بھیج لے جو ان کو ہماری آیات پڑھ کر سنائے اور بستیوں کو اسی وقت ہلاک کرتے رہے ہیں جب وہ ظلم پر آ گئیں اور اصل حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ دیئے گئے ہو وہ دنیا میں برتنے کا سامان ہے اور دنیا کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ کیا بھلا وہ شخص جس کو ہم نے بہترین وعدہ دیا ہو جو اسے مل کر رہے گا اس کے برابر ہے جس کو ہم نے کچھ برتنے کا سامان دنیا میں دے رکھا ہے اور پھر قیامت کے دن پکڑے ہوئے میں سے ہوگا''۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَانَشَاءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يصْلاهَا مَذْمُوماً مَّدْحُوراً o وَمَنْ اَرَادَالاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤمِنٌ فَاُولٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُوراً o كُلًّا نُّمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَاكَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا o اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَلَلاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَاَكْبَرُ تَفْضِيلاً o لَّا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهاً آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوماً مَّخْذُولاً o (بنی اسرائیل 18-22)

ترجمہ: ''جو شخص دنیا کا طالب ہو جاتا ہے ہم اسے دنیا میں دے دیتے ہیں جتنا چاہیں اور جسے چاہیں پھر اس کے لئے (آخرت میں) جہنم ہے جس میں مذمت زدہ اور دھکے دے کر داخل کر دیا جائے گا اور جو شخص آخرت کا طالب ہو اور پھر اس کے لئے اسی کی نسبت بھاگ دوڑ کرے اور اپنی جدوجہد میں مخلص ہو، یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کی سعی و جہد کی ہم قدر کریں گے (طالب دنیا اور آخرت) ہم ان دونوں کو اس دنیا

میں اپنی عطاء سے نوازتے ہیں (کیونکہ یہ آزمائش کا سامان ہے) اور تیرے رب کی عطاء اس وجہ سے روکی نہیں جاتی۔ دیکھ لو! کیسے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے۔ اصل تو آخرت ہے جو درجہ بندی اور فضیلت کی جگہ ہے (کیونکہ وہ ہمیشہ رہنے والی ہے) (اگر حقیقت یہی ہے تو اے مخاطب) اللہ کے ساتھ کسی کو معبود نہ ٹھہرا ملامتیں سن کر اور بے کس ہو کر بیٹھے رہ جاؤ گے''۔

انسان اگر پھر بھی شیطان کی روش ہی اختیار کرے گا اور اس دنیا کی چند دن کی آسائشوں کے لئے قرآنی ہدایات کو مدنظر نہ رکھے گا تو خسارہ اسی کا ہے اور پھر قیامت کے دن اس کو حسرت تو پیدا ہو گی لیکن لا حاصل اور ان کو آگاہ کر دیا جائے کہ یہ ہم نے پہلے ہی تم تک پہنچا دیا تھا جیسے فرمایا!

يـاَيُّهَـا الـنَّـاسُ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّ نَّكُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِـالـلّٰهِ الۡغَرُوۡرُ oاِنَّ الشَّيۡـطَـانَ لَـكُـمۡ عَـدُوٌّ فَـا تَّخِذُوۡهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدۡعُو حِزۡبَهٗ لِيَـكُـونُوا مِنۡ اَصۡحَابِ السَّعِيۡرِ o الَّـذِيۡـنَ كَفَرُوا لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ وَالَّذِيۡنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُم مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ كَبِيۡرٌ o اَفَمَنۡ زُيِّنَ لَهٗ سُوۡءُ عَمَلِهٖ فَـرَآهُ حَسَـنـاً فَـاِنَّ الـلَّـهَ يُضِلُّ مَنۡ يَشَاءُ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَشَاءُ فَلَا تَذۡهَبۡ نَفۡسُكَ عَلَيۡهِمۡ حَسَرَاتٍ اِنَّ اللَّهَ عَلِيۡمٌ بِمَا يَصۡنَعُوۡنَ o(فاطر 5-8)

ترجمہ: ''اے لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے (یعنی آخرت آ کر رہے گی) یہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی وہ دھوکے باز (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں رکھے۔ بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے اسے دشمن ہی سمجھو بیشک اس کا گروہ تو تمہیں دعوت دے رہا ہے کہ تم آگ والوں میں سے ہو جاؤ۔ جو لوگ کفر اختیار کریں گے ان کے لئے بڑا سخت عذاب ہے اور جو ایمان لا کر نیک اعمال کریں گے ان کے لئے مغفرت بھی ہے اور بڑا حوصلہ ہے۔ کیا بھلا وہ شخص جس کو اس کے برے اعمال بڑے اچھے دکھائی دیتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت نصیب کر دیتا ہے۔ آپؐ ان پر غم نہ کھائیں بیشک اللہ سبحانہ وتعالیٰ خوب

جانتا ہے جو وہ کمائی کر رہے ہیں''۔

اگر انسان کو احساس ہو جائے کہ واقعی اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے تو پھر دوبارہ فرمایا! اِتَّقُوْا اللّٰهَ آ وَ اللہ کی نافرمانی چھوڑ دو کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعمَلُونَ ۔ (بیشک اللہ خوب باخبر ہے۔ اس سے جو تم کر رہے ہو)۔ اگلی آیت میں آگاہ کر دیا گیا ہے کہ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِيْنَ نَسُوْا اللّٰهَ فَاَنسٰهُمْ اَنفُسَهُمْ ط اُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بھلا دیا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو اپنے آپ سے غافل کر دیا اور اصل نافرمان یہ ہیں۔ جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو انسان بھلا دیتا ہو پھر انسان نہیں رہتا بلکہ حیوان بن جاتا ہے اور پوری دنیاوی زندگی صرف اپنے نفس، پیٹ اور آرام کے لئے گزارتا ہے اور اس کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ لیکن انسان اگر سوچے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کی زندگی کوئی اطمینان سے نہیں گزر رہی بلکہ اس دنیا کا سامان تو انسان کو اور زیادہ لالچ نفس اور حبّ الشہوات کا دلدادہ بنا دیتا ہے اور پھر اس کی حالت وہ ہو جاتی ہے جسے نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک فرمان میں واضح کیا ہے!

مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّه' جَعَلَ اللّٰهُ فَقْرَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَفَرَّقَ شِمْلَه' وَلَمْ يَاْتِهِ الدُّنْيَا اِلَّا مَاقَدَرلَه' ۔ (رواہ رزین)

جو دنیا کو اپنا غم بنالے تو اللہ ﷻ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان فقیری لکھ دیتے ہیں۔ اس کا گھر بھرا ہوتا ہے لیکن وہ فقیر ہوتا ہے کہ اس کی ہوسِ مال اور لالچ پورا ہی نہیں ہوتا اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کے کاموں کو بکھیر دیتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی امیدوں کے لئے ہلکان ہو رہا ہوتا ہے لیکن دنیا میں سے وہی ملتا ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر کر رکھا ہے۔ فرق صرف اتنا پڑتا ہے کہ غریب روٹی کھاتا ہے اور یہ ڈبل روٹی کھالیتا ہے لیکن آخرت میں بڑا فرق ہونے والا ہے۔

لَا يَسْتَوِىْ اَصْحَابُ النَّارِ وَاَصْحَابُ الْجَنَّةِ ط اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُوْنَ o

ترجمہ: ''جنت والے اور دوزخ والے ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ جنت والے ہی کامیاب ہونگے''

اور وہ وہی ہوں گے جو اللہ کی ہدایت کو سامنے رکھ کر زندگی گزاریں گے اور دنیاوی زندگی کو آزمائش سمجھ کر عمل کریں گے۔

مجدد اوّل، نامور حکمران، عمر ثانی، خلیفہ راشد

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمة الله عليه

بنواُمیّہ کے چشم و چراغ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد خاندان بنو امیہ کے حکمرانوں کے گلدستہ کے سب سے خوشبودار پھول حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی جس طرح تربیت فرمائی تھی اور دین ودنیا کو، سیاست ومذہب کو اور حکمرانی اور رہبانیت کو ایک ایک انسانی پیکر میں یکجا کر دیا تھا صحابہ رضی اللہ عنہم کی تاریخ اس کی تفصیل بھری پڑی ہے لیکن بعد کے ادوار میں یہ یکجائی و یک رنگی قائم نہ رہ سکی اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس دھندلا ہوتا چلا گیا تاہم جماعت تابعین میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ملت کے ہمدرد، خدمت خلق کے پیکر، عدل اجتماعی کے علمبردار اور ایک وسیع سلطنت کے 'خلیفہ' ہونے کے باوصف جس 'درویشی اور فقر' کا نمونہ بن کر جیے وہ جریدہ عالم کے صفحات کے نقشِ دوام کا منظر پیش کرتا رہے گا۔ آپ کے حالاتِ زندگی و دیگر ملّی و دینی کارنامے مختصراً درج ذیل ہیں۔

ذاتی حالات و کوائف

ابو حفص کنیت اور عمر نام تھا۔ باپ کا نام عبدالعزیز اور ماں کا نام امّ عاصم تھا جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے عاصم رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں یوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پڑنانا تھے۔

آپ کی ولادت ثقہ روایت کے مطابق 65ھ میں مدینہ میں ہوئی اور آپ کی تربیت آپ کے والد کے زمانۂ گورنری میں مصر میں آسودہ حالی کے ماحول میں ہوئی ۔ نازونعم میں پیدا ہونیوالا یہ سلیم الفطرت نوجوان ابتدا ہی سے اعلی انسانی اقدار، امانت، دیانت اور شرافت کا پیکر ثابت ہوا، فنون حرب اور گھڑسواری تو عرب کے خون میں شامل تھی اور وراثت میں ملی تھی ان اعلیٰ اوصاف سے متصف جب یہ مرد جلیل عملی زندگی میں آیا تو بنوامیہ کے برسراقتدار طبقہ کے عام افراد سے مختلف عادات واطوار کا انسان ثابت ہوا۔ باپ کی وفات کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو جہاں اپنی صلاحیتیں منوانے کا موقع ملا وہ مدینہ کی گورنری کا دور ہے۔

جب آپ کو مدینہ کی گورنری کی حیثیت سے تقرری کا موقع آیا تو آپ نے انکار کر دیا اور اس شرط پر راضی ہوئے کہ مجھ سے سابق گورنروں کے نقش قدم پر ظلم اور جبر کی توقع نہ کی جائے۔ ولید نے کہا آپ حق پر عمل کیجیے گا چاہے ہمیں ایک بھی درہم ٹیکس وصول نہ ہو۔ یہاں مدینہ منورہ آ کر آپ نے دیگر رفاہِ عامہ کے کاموں اور خدمت خلق کی مصروفیات کے علاوہ مسجد نبوی علیٰ صاحبہاالصلاۃ والسلام کی تعمیر وتوسیع کے کام کی نگرانی کی اور اللہ کے گھر کی تعمیر میں دل و جان سے عملی حصہ لیا۔ اس جذبۂ خدمت اور عملی دلچسپی کے ساتھ حسن انتظام کے جو مظاہر سامنے آئے اس سے ایک طرف عوام میں آپ کی قدر ومنزلت میں اضافہ ہوا تو دوسری طرف دارالحکومت میں آپ کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا گیا۔

خاندان خلافت کا حصہ ہونا آپ کو اسلامی ریاست کے انتظامی عہدوں پر لے آیا ورنہ آپ کی ذاتی تربیت جن اصولوں پر ہوئی تھی وہ تو علماء وفضلاء کے ساتھ مسند تعلیم وارشاد تھی تاہم گورنر مدینہ کی حیثیت میں بھی آپ نے علماء وفضلاء سے رابطہ رکھا اور ان سے رہنمائی لیتے رہے اور عوام کی دادرسی کے لیے علماء وفضلاء کے ذریعے سے ہی اطلاعات اور معلومات لینے کا نظام قائم کیے رکھا۔

ان بزرگوں کے فیض صحبت سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمة اللہ علیہ نے یہ مقام حاصل کر لیا تھا کہ بڑے بڑے محدثین کو ان کے فضل وکمال کا اعتراف کرنا پڑا علامہ ذہبی رحمة الله عليه نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

كان اماماً مجتهداً عارفاً بالسنن كبير الشان ثبتاً حجةً حافظاً

''وہ بڑے امام بڑے فقیہ بڑے محدث، حدیث کے بڑے ماہر اور معتبر حافظ اور سند تھے''

بطورِ خلیفہ نامزدگی

اگرچہ تمام خاندان بنوامیہ مہماتِ امور میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمة الله عليه ہی کی طرف رجوع کرتے تھے لیکن سلیمان بن عبدالملک کو ان پر اس قدر اعتماد تھا کہ گویا ان کو اپنا وزیر بنا لیا تھا اس مصاحبت میں اس عظیم انسان کی جو خوبیاں سلیمان کے سامنے آئیں وہی اس بات کی بنیاد بن گئیں کہ مختلف اختلافات اور ردّ وکدح کے بعد بالآخر ان کی بطور خلیفہ نامزدگی کا 'عہد

خلافت' سامنے آیا۔

سلیمان بن عبدالملک کے انتقال کے بعد جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمة الله عليه کی خلافت کا وصیت نامہ پڑھا گیا تو جلد ہی اتفاق ہوگیا کہ ایک اہل شخص کو اس کا حق مل گیا، آپ نے سلمان کا جنازہ پڑھایا۔ بارِ خلافت کے تصور سے آپ نہایت متردّد اور متفکر ہو گئے چنانچہ ایک استفسار پر آپ نے فرمایا ''تشویشناک بات یہی ہے کہ مشرق و مغرب میں امت محمدیہ ؐ کا کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس کا مجھ پر حق نہ ہو اور بغیر مطالبہ و اطلاع اس کا پورا کرنا مجھ پر فرض نہ ہو'۔ بالآخر آپ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔

موروثی خلافت نہیں عوامی خلافت

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام تو اعلیٰ خلقت کی حامل اور منفرد شخصیات کے مالک ہوتے ہی تھے پھر ان میں کامل ترین رسول اور اکمل ترین نبی حضرت محمد ﷺ ہیں ۔ حضرت محمد ﷺ کے اصحاب اور ساتھی بھی اولاد آدمؑ میں انفرادیت کے حامل ہیں کہ وہ حضرت محمد ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اور اس فضل و کمال میں بعد کے لوگوں میں سے کوئی بھی ان کا سہیم اور شریک نہیں ہے ان کی خاص تربیت کا نتیجہ ہے کہ دین کے معاملے میں ننگی تلوار اور حق کے معاملے میں عدل اور انصاف کے علمبردار تھے۔ ان کے ہاتھ سے کسی کی نامزدگی میں بھی ایک حسن اور لطافت کا پہلو تھا اور حق و انصاف کا دامن بھی ہاتھ سے نہ جاتا تھا مگر دورِ صحابہؓ کے بعد یہ نامزدگی موروثیت میں تبدیل ہوتی چلی گئی اور اس میں استحقاق اور اہلیت پر نگاہ کم اور عصبیت اور رشتہ داری پر زیادہ ہوتی جارہی تھی۔ تا آنکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا معاملہ سامنے آیا تو پہلے عوامی خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

''لوگو! مجھ پر خلافت کا بار' بغیر اس کے مجھ سے رائے لی جاتی یا میں اس کا خواستگار ہوتا یا عام مسلمانوں سے مشورہ لیا جاتا' ڈال دیا گیا ہے میری بیعت کا جو قلادہ تمہاری گردنوں میں ہے میں خود اس کو نکال لیتا ہوں اب جس کو چاہو خلیفہ مقرر کرلو' یہ موروثی خلافت اور امارت کا انقطاع تھا۔ اس خطبہ کو سن کر سارے مجمع نے بآواز بلند کہا: ہم نے آپ کو اپنا خلیفہ منتخب کیا اور آپ کی خلافت پر راضی ہوئے ۔ یقیناً اس اجتماع میں وہ بھی تھے جو پہلے آپ کے خلیفہ بنائے جانے پر راضی نہ تھے اور صرف دیکھنے آئے تھے کہ کیا ہوتا ہے؟ اس پر شور و غل ہوا اور مسجد میں ہنگامی حالت

کی سی کیفیت پیدا ہوگئی جب سکون ہوا اور لوگ آپ کی خلافت پر مطمئن ہوگئے تو آپ نے اللہ ﷻ کی حمد اور حضرت محمد ﷺ پر صلوۃ وسلام کہتے ہوئے ایک مفصل تقریر فرمائی جس میں تقویٰ ،فکرِ آخرت اور تذکرۂ موت کی طرف توجہ دلائی اور پھر فرمایا!

’’جو شخص اللہ کی اطاعت کرے گا اس کی اطاعت واجب ہے اور جو شخص اللہ کی نافرمانی کرے گا اس کی اطاعت جائز نہیں۔ جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں میری اطاعت کرنا اور اگر میں نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر لازم نہیں‘‘۔

یوں ــــــــ موروثی خلافت وحکمرانی سے بات استحقاق اور ’’اَنۡ تُـــؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھۡلِھَا ‘‘ کی روح تک جا پہنچی۔اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمة الله عليه نے اپنے دور خلافت میں ’حقیقی خلافت‘ کے دھندلے نقوش دوبارہ سنوار کر اور عدل وانصاف اور کفالت عامہ کی ذمہ داری پوری کرکے ’خلافت راشدہ‘ کی یاد تازہ کردی جسے اپنے اور بیگانے سب تسلیم کرتے ہیں حتیٰ کہ ’خوارج‘ نے بھی آپ کی خلافت کو تسلیم کرلیا۔

خلافت عمر بن عبدالعزیز رحمة الله عليه کے خدوخال

1۔خلافت راشدہ کے نقش قدم پر

آپ نے خلافت کا بار اٹھاتے ہی کئی اہم کام انجام دیے جو سب کے سب نہایت اہم اور وقیع ہیں اور ایسے کام وہی شخص کرسکتا ہے جو دل میں خوف خدا اور آخرت میں جوابدہی کا گہرا احساس رکھتا ہو اور مزید برآں عوامی مسائل اور دکھوں کا ادراک اور ان مسائل کے حل کے لیے قرآن وسنت اور آثار صحابہ ﷺ سے رجوع کے ساتھ قرآنی حکم کو نوشتہ دیوار سمجھتا ہو نیز خلفائے راشدین ﷺ کو اپنا آئیڈیل سمجھتا ہو۔

چنانچہ طبقات ابن سعد میں ہے آپ نے ایک خط میں اپنے ذہن اور پالیسی کا یوں اظہار فرمایا!

وقد رأيت ان اسير فی الناس بسيرة عمر بن الخطاب ﷺ ان قضی اللـه ذٰلك واستطعت اليه سبيلا فابعث اليّ بكتب عمر وقضائه فی اهل القبلة واهل العهد فانی متبع اثره وسائر بسيرته ان شاء الله تعالیٰ۔

ترجمہ: ''میں چاہتا ہوں کہ رعایا کے معاملے میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روش اختیار کروں۔ بشرطیکہ یہ خدا کو منظور ہو اور میں اس پر قادر ہوں۔ آپ میرے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحریریں اور ان کے فیصلے جو انہوں نے مسلمانوں اور ذمیّوں کے متعلق کئے ہیں۔ بھیج دیجئے۔ اگر خدا کو منظور ہوگا تو میں ان کے نقش قدم پر چلوں گا'' (سیرت عمر بن عبدالعزیز)

اگرچہ اس روش کے اختیار کرنے کے لیے آپ کا زمانہ اس قدر ناموزوں تھا کہ نہ 11ھ تا 35ھ کے دور کی عوام تھی اور نہ ارباب اختیار' تاہم آپ نے اس کا بیڑا اٹھایا اور نمایاں حد تک اس کارنامے کو کر دکھایا کہ اپنے پرائے انگشت بدنداں رہ گئے۔

2۔اموال مغصوبہ کی واپسی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے کارہائے نمایاں میں عراق کی زمینوں کی فتح پر ان کو مال غنیمت قرار دینے کی بجائے خراجی زمین یعنی STATE LANDS قرار دینا تھا جو اہلیت اور مقاصد کی تکمیل تک عارضی طور پر کسی کو بھی دی جاسکتی تھی۔

مگر انسانی معاشرتی رویّے اور انسانی نفسیات تو ہر جگہ کام کرتے ہیں۔ جب زمانہ 'خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ' سے 'ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ' میں داخل ہوا۔ اگلی نسل میں ماحول فرمان رسالت کے مطابق وہ نہ رہا۔ جب تاریخ کے بہاؤ میں مزید 'ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ' کا دور آیا تو 'خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ' کے مقابلے اسلامی اقدار، اجتماعی عدل وانصاف اور کفالتِ عامہ کا تصور مزید دھندلا ہوگیا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پون صدی بعد جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دور آیا تو عوام اور ارباب اختیار بعد والوں سے بہت بہتر مگر پہلوں سے پیچھے تھے۔

سرکاری خزانہ اعلیٰ رہائش گاہوں محلات، آرام وآسائش پر صرف ہونے لگا تھا اور سرکاری زمین مستقل ذریعہ آمدنی کے طور پر مقتدر طبقہ اپنے اعزہ واقارب کو'جاگیر'عطا کر دیتے تھے تاکہ'حکومت'مضبوط ہو اور خاندان مفادات کی خاطر ہی سہی' جڑا رہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کافی پہلے محسوس کرلیا تھا اور اس کے

اثراتِ بد سے بھی خوب آ گاہ تھے۔لہٰذا جیسے ہی انہوں نے زمامِ خلافت سنبھالی اموالِ مغصوبہ اور جاگیریں ضبط کر کے بیت المال میں جمع کرادیں اور آغاز خود اپنی جاگیر اور گھر کے مال سے کیا۔

یہ بات بنوامیہ کے شہزادوں رئیسوں مقتدر طبقہ کے اعزہ واقرباء کو سخت ناگوار گزری اور اس سے وہ مستقبل میں آسودگی کے دور کو اپنے پاؤں کے نیچے کھسکتا دیکھ کر تلملا اٹھے اور اس کا بارہا اور مختلف مقتدر لوگوں کے ذریعے اظہار بھی کیا گیا مگر ——— قربان جایئے اس مردِ درویش حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمة الله علیه پر جو چٹان بن کر کھڑا رہا اور ان کے اہل بیت اور اولاد پر کہ وہ بھی درد کو محسوس کرتے ہوئے اس کو برداشت کیے رہے اور آخرت کے اعلیٰ مراتب پا گئے۔

ع خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

3۔ذمیوں کے حقوق کی ادائیگی

محکوم غیرمسلم اقلیتیں اہل اسلام سے چودہ صدیوں کا میل جول (INTERACTION) رکھتی ہیں اور اس معاملے میں اسلام کے اعلیٰ معیار خلافت راشدہ کے مقابلے میں چاہے بعد کے ادوار میں کمی آتی چلی گئی تاہم ذمیوں کے حقوق کے بارے میں تاریخ اسلام اس قدر روشن، تابناک اور زریں حروف سے رقم ہے کہ اپنوں سے زیادہ بیگانے اس کے معترف ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمة الله علیه نے چونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنا

آئیڈیل قرار دیا تھا۔ لہٰذا پہلی صدی ہجری کے اختتام تک ذمیوں اور غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے بارے کچھ ناروا باتیں سامنے آئی تھیں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کی اصلاح فرمائی اور اس ضمن میں ہر قسم کے ظلم اور امتیاز اور جبر کا یکسر خاتمہ کر دیا جس سے اسلامی ریاست کے طول وعرض میں عدل وانصاف کے حصول پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

4۔ کفالت عامہ کا اہتمام

آسمانی ہدایت اور انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات میں اللہ کی رضا کے لیے عبادت کے ساتھ اجتماعی سطح پر حکومت کا حصول اور اسلام کا غلبہ ناگزیر ہے تاکہ اللہ تعالی کے احکام پر کامل طریقے پر عمل ہو سکے۔ اس کامل اور مکمل عمل درآمد کا اہم گوشہ اسلامی ریاست میں رہنے والے ہر شہری کی کفالت ہے چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔

خلافت راشدہ کے کچھ عرصہ بعد سے یہ تصور دھندلا ہوتے ہوتے برائے نام رہ گیا تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کفالت عامہ کے تصور کو اجاگر کیا اور حکومت کے بیت المال کو جو جاگیروں کی واپسی سے بھر چکا تھا عوام اور بے سہارا لوگوں کی بہبود کے لیے لٹا دیا اور ہر مسلم و غیر مسلم کی کفالت کا انتظام کر دیا۔

یاد رہے کہ اسلام کی تعلیمات میں کفالت عامہ کا یہ تصور بعد کے مسلم حکمرانوں نے قائم نہ رکھا اور عوام کی کفالت کے لیے حاصل شدہ رقوم سے ہمارے جابر و ظالم، عیاش اور فاسق بادشاہ بڑے بڑے محلات اور حرم بنا کر تاج محل قسم کی تعمیرات پر یہ رقم لٹاتے رہے اور عوام کا پیسہ ان کے حقوق کی بازیافت اور ان کی کفالت کے لئے خرچ نہ کرتے۔ اسی بات کی طرف اشارہ کیا تھا جناب علامہ اقبال نے اپنے خطبہ الہ آباد میں کہ:

> ’’میں پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کو متحد ہو کر ایک واحد ریاست کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہوں، جس کی اپنی حکومت ہو خواہ سلطنت برطانیہ کے تحت یا اس سے الگ۔ اور مجھے نظر آ رہا ہے کہ یہ متحدہ شمال مغربی مسلم ریاست کم از کم شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے تقدیر مبرم ہے‘‘۔

مزید برآں وہ فرماتے ہیں!

''لہٰذا میں ہندوستان اور اسلام کے بہترین مفاد میں ایک الگ مسلم ریاست کے بنانے کا مطالبہ کرتا ہوں''۔

اور اس ضمن میں وہ یہ بات کہتے ہیں کہ :

''اسلام کے لئے یہ ایک موقع ہوگا کہ عرب ملوکیت کے تحت اس پر جو پردے پڑ گئے تھے ان سے چھٹکارا حاصل کر سکے اور اپنے قوانین' تعلیمات اور ثقافت کو اپنی اصل روح کے ساتھ روح عصر سے ہم آہنگ کر سکے''۔

یہ تصور آج بھی تشنۂ تکمیل ہے اگرچہ امت کے خوابوں اور ارمانوں میں یہ بات رچی بسی ہے کہ اسلام کی ایسی تعلیمات سے ہی بالآخر انسانیت کے دکھوں کا مداوا ہوسکتا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد ملک کے مختلف مکاتب فکر کے نامور 31 علماء نے 22 متفقہ نکات پیش کیے تھے کہ یہ ہمارے نزدیک اسلام کا تصور ہے جو پاکستان میں قائم ہونا چاہیے جس میں کفالت عامہ کا تصور سب سے نمایاں تھا۔

یاد رہے کہ حضرت عمرؓ کے اسی کفالت عامہ کے تصور سے ماخوذ برطانیہ کا بیروزگاری الاؤنس کا تصور ہے یا امریکی شہری امداد SUBSISTANCE ALLOWANCE ہے یا شمالی یورپ کے ممالک میں ''عمر الڈ'' کے نام سے کفالت عامہ کا وہ تصور رائج ہے جو حضرت عمرؓ کے نام سے ماخوذ ہے ۔ یاد رہے کہ اسی کفالت کے اعلیٰ تصور ہی کی وجہ سے ان SCANDINAVIAN COUNTRIES کی SOCIAL DEMOCRACY اب تک کی انسانی ترقی کی معراج سمجھی جاتی ہے۔ یہ نیرنگی زمانہ ہے کہ یہی ممالک (ڈنمارک وغیرہ) حضرت عمرؓ کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنانے میں پیش پیش ہیں۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ڈنمارک وغیرہ نے اسلام کے کفالت عامہ کا تصور چرا کر دنیا میں عزت حاصل کر لی ہے اور اگر حقیقی اسلام پھیل گیا اور حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات عام ہوگئیں تو اسلامی ریاست میں امن وامان عدل وانصاف، کفالت عامہ اور بے کسوں اور معذوروں کے حقوق کی کس قدر نگہداشت ہوگی وہ تصور سے باہر ہے۔ یہ بات ہم مسلمانوں کے سوچنے کی ہے۔

5۔ ذاتی ایثار ــــــــــــ درویش حکمران

آج کا تعلیم یافتہ طبقہ اور مغربی ممالک شاید تصور بھی نہیں کر سکتے کہ حکمرانی اور درویشی اکٹھے ہوسکتے ہیں یا ایک شخصیت میں سما سکتے ہیں اگرچہ طالبان نے افغانستان میں حکمرانی کے دور میں مختصر مدت کے لیے مغرب کی آنکھیں چندھیا دی تھیں مگر اہل مغرب نے اپنی طاقت کے نشے میں طالبان کے نظام حکومت کو STUDY کرنے کی بجائے اس حکومت کو ہی ختم کر دیا لیکن ـــــــــ وہ مثال اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت تھی۔ بقول علامہ اقبال ع ''عجم ہنوز نہ داند رموز دین ورنہ'' کے مصداق اگر مغرب خلافت راشدہ کے اصولوں کو عام کرنے میں مسلمانوں کو مہلت دے تو کوئی وجہ نہیں کہ انسانی دکھوں کا مختصر وقت میں مداوا ہوسکتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمة الله عليه نے اس ضمن میں بھی لازوال ایثار کر کے مثال قائم کر دی اور اللہ نے ان کو وہ عزت دی کہ وہ عمرؓ ثانی کا لقب پا گئے اور زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھیں تو دنیا و آخرت میں بہت اعلی درجات پائیں گے کئی احادیث ان کے اعلی مقام ومرتبہ پر دال ہیں

یہ سیمینار 5 مئی 2006ء کو قرآن اکیڈمی میں صبح 09:00 منعقد ہوا تھا

امیر تنظیم اسلامی پاکستان حافظ عاکف سعید صاحب مدظلہ مہمان خصوصی تھے جب کہ دیگر مقررین حضرات تھے

1۔ پروفیسر سمیع اللہ قریشی

2۔ پروفیسر حمزہ نعیم

3۔ پروفیسر مہر غلام سرور

یہ پروگرام تین گھنٹے جاری رہا اور بڑے پرسکون ماحول اور باوقار انداز میں اختتام پذیر ہوا سیمینار ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اور حاضرین کی دلچسپی قابل دید تھی

پہلی صدی کے مجدد

اہل علم جانتے ہیں کہ امت مسلمہ میں ختم نبوت کا تصور نہایت بنیادی ہے اور عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے اللہ ﷻ نے اس انقطاع نبوت کے بعد امت کی اجتماعی اصلاح کیلئے جو انتظام فرمائے ان میں قرآن مجید کی حفاظت امت کا گمراہی پر کبھی نہ جمع

ہونا علماء حق کا ہمیشہ موجود رہنا نمایاں ہیں انہیں میں سے ایک خدائی تدبیر حضرت محمد ﷺ کے الفاظ میں یہ ہے۔

ان الله يبعث فی هذه الامة على راس كل مائة من يجد دلها دينها

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر سو سال پر ایسا شخص اٹھاتا رہے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے''۔(ابوداؤد)

چنانچہ اس کے نتیجہ میں مجدد دین کا ایک سلسلہ ہے جس سے اہل علم وفضل واقف ہیں۔

اس قول فیصل کی روشنی میں نگاہ دوڑائیں تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمة الله عليه کا دور خلافت 99ھ تا 101ھ ہے جو پہلی صدی ہجری کا اختتام اور دوسری ہجری کا آغاز ہے اور آپ نے اسلام کی اجتماعی سطح پر تعلیمات میں تجدید کا کارنامہ بھی بہانگ دہل سرانجام دیا لہذا بلا خوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ پہلی صدی ہجری کے مجدد ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمة الله عليه، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان پر بے شمار رحمتیں فرمائے اور کروڑوں سلام بخشے اور ہمارے مقتدر حضرات کو بھی آج کے دور میں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین

ع ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

حکمت بالغہ کے صفحات میں قرآن حکیم کی پانچ بنیادی اصطلاحات کی قدرے تشریح کا سلسلہ جاری ہوا تھا جو تا حال تین عنوانات تک پہنچ سکا ہے''ارادہ'' اور''صلوٰۃ'' کی تشریح ابھی قارئین تک پہنچانا ہمارے ذمہ ہے ان شاء اللہ کوشش ہوگی کہ جلد از جلد اس بار امانت سے سبکدوشی ہو سکے۔ یہ چند سطور اس لیے تحریر میں آئیں تاکہ قارئین کرام اس سلسلہ کلام کو تازہ رکھیں اور 'دیر سے آنے کو'__________ 'کبھی نہ آنے پر' قیاس نہ فرمائیں۔

اب آیئے! اس مثال زندگی کے آخری حصے پر اور وہ یہ ہے کہ ڈرامہ کے اداکاروں کو ایوارڈ کس بنیاد پر ملتا ہے؟ رول کی الاٹمنٹ پر یا کارکردگی پر؟ صاف جواب ہے کہ ایوارڈ تو کارکردگی پر ملتا ہے۔ تو جان لیجیے جس نے بھی ان ہدایات کو سامنے رکھ کر اپنا رول ادا کیا ہوگا اور اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِنْ رَّبِّکُمْ (پیروی کرو بہترین طریقہ پر اس کی جو نازل کیا تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے) کا مصداق ہوگا وہ کامیابی حاصل کرے گا اور ایوارڈ پائے گا اور یہ ایوارڈ مستقل ہوتا ہے عارضی نہیں کیونکہ یہ اس کی کمائی ہے۔

اطمینانِ قلب کے لئے ''ذکراللہ'' سے مراد قرآن حکیم

تفسیر عثمانی میں صاحب تفسیر نے سورۃ الرعد کی شرح میں اس آیت پر بحث فرمائی ہے

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد: 28)

''اور سن رکھو کہ خدا کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں''

فرماتے ہیں کہ یہاں اطمینانِ قلب کے لئے جس ذکر کا حوالہ ہے وہ

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: 9)

''بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہم نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں''

کی دلیل کے ساتھ ''الذکر'' سے مراد ذکراللہ ہی ہے چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں

> ''یہ خدا کی طرف رجوع ہونے والوں کا بیان ہوا یعنی ان کو دولتِ ایمان نصیب ہوتی ہے اور ذکراللہ (خدا کی یاد) سے چین و اطمینان حاصل کرتے ہیں کیونکہ سب سے بڑا ذکر تو قرآن مجید ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: 9) جسے پڑھ کر ان کے دلوں میں یقین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے شبہات اور وساوس شیطانیہ دور ہو کر سکون و اطمینان میسر آتا ہے ایک طرف اگر حق تعالیٰ کی عظمت و مہابت دلوں میں خوف وخشیت پیدا کرتی ہے تو دوسری طرف لامحدود رحمت و مغفرت کا ذکر قلبی سکون و راحت کا سامان بہم پہنچاتا ہے۔ غرض ان کا دل ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کی طرف جم جاتا ہے اور ذکر کا نور ان کے قلوب سے ہر طرح کی دنیوی وحشت اور گھبراہٹ دور کر دیتا ہے''

حاصل کلام یہ ہے کہ!

اذکار مسنونہ و ماثورہ اور اہل دل مرشدین صادقین کے تجویز کردہ اذکار و وظائف اپنی جگہ۔ مگر اطمینان قلب کے لئے سب سے بڑا تیز بہدف نسخہ ''قرآن مجید'' کی تلاوت و تعلیم اور اس میں غور و فکر ہے اور اس پر مکمل عمل کرتے ہوئے اس کے عطا کردہ تمام فرائض کا علم و عمل ہے۔

احقاق حق کا تقاضا یہ ہے کہ اس ضمن میں قرآن مجید کا مقام و مرتبہ ہمارے قلب و ذہن میں حقیقی انداز میں جاگزیں ہوجائے اور اس پر عمل ہو، یہی ہماری فلاحِ دارین ہے۔

امامت

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فتنہءِ ملّتِ بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطین کا پرستار کرے

عصر حاضر کے مسلمان سے خطاب

کفر کے توڑ کا تجھ کو یارا نہیں
تو نے محبوب کا روپ دھارا نہیں
تو نے کردار اپنا سنوارا نہیں
خالی مدحت خدا کو گوارا نہیں
قعرِ ذلت میں تیری خودی یوں گری
خوف طاغوت میں ساری امت گھری

ایسے غارت ہوئی تجھ سے غیرت تیری — کہ تیری راکھ میں اب شرارا نہیں
تیرے ہوئے ظلم ہے جور ہے — تیری تاریخ کا یہ سیاہ دور ہے
تیرا تن در حرم! مَن کہیں اور ہے — تو تماشائی ہے اور بزم آرا نہیں
گلشن دین پر چھا گئی یوں خزاں — چھین لی کفر نے ہم سے روحِ اذاں
حبِّ آقاؐ میں گرچہ میں رطب اللساں — ان ؐسی صورت یا سیرت گوارہ نہیں
ہو گیا نظم اسلام زیر و زبر — ظلم ہے چار سو ہر طرف ہے جبر
رنج و غم سے نہیں ہے کسی کو مفر — ہے یہاں کون جو غم کا مارا نہیں
ہم زباں سے اگرچہ کہیں لا الہ — قلب میں جاگزیں ہے مگر ماسوا
آپ کی ہر ادا پہ نہ ہو جو فدا — اس میں حبِّ نبی کا حرارہ نہیں
ہم اٹھائیں قدم آپؐ کی مان کے — ہم رہیں منسلک ان کے دامان سے
نعت لکھنا ہے خونِ رگِ جان سے — خالی سُر و لَے سے ہو گا گزارا نہیں
دامنِ دل سے باطل جھٹکتے رہو — جذب و مستی میں ڈوبو ابھرتے رہو
اس کی موجوں سے سر کو پٹکتے رہو — یہ سمندر ہے جس کا کنارا نہیں
موج میلوں میں گر تو نے جان ہار دی — لاج رکھی نہ تو نے اگر پیار کی
کام دے گی نہ مدحت رخِ یار کی — گیسوئے یار کو گر سنوارا نہیں
ترے قلب حزیں کی قلعی یوں کھلے — تو گلے جب ملے دور ہوں سب گِلے
جان کے مول بھی وصلِ جاناں ملے — اس تجارت میں کوئی خسارا نہیں

یوں رضائے الٰہی میں ہو جاؤ ضم — سر اوامر نواہی میں ہو جائے خم
حرمتِ دین کی خاطر اٹھے ہر قدم — کہ سوا اس کے اور کوئی چارا نہیں
حرمتِ دین میں گر نہ اٹھیں قدم — ربِّ محبوب کا تو دلارا نہیں
ہو گئی بات لمبی جو تھی مختصر — ہے زیاں سے تو ہر حال میں بے خطر

جان دے کے بھی بازی تو ہارا نہیں　　　　جاں لٹا دے اویسیؔ تو گر دیں پر

﴿انجینئر عبدالرزاق اویسیؔ﴾